رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۰۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا

چون آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست
بر مقاصد و مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بتدریج شہور

مسمٰی بہ

الہادی

جلد ٦	بابت ماہ رمضان	سنہ ۱۳۴۸ھ	نمبر ۵

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ
وحل اشتباہات کلید مثنوی و تشرف و امثال عبرت و النخب المنتخب و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام محمد عثمان حامی و رہبر راہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزنا آنور بر صدور میگردد

ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث قض بینا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رمضان المبارک ١٣٤٨ھ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

١- اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں +

٢- رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

٣- ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے ۔

٤- رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ ہے مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی۔ کیا جاتا ہے اور وی۔ پی کی صورت میں اخراجات رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۲؍ کا وی۔ پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنیس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے ۔

٥- ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

٦- رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا

٧- رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے بجائے عہ کے مع محصول کے (سے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم

محمد عثمان - مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

(۱۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا سال بھر روزہ رکھنا ہے یعنی ایام بیض کا روزہ تیرہویں چودھویں پندرہویں تاریخوں میں اسکو نسائی نے سند جید سے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے بھی۔

(۱۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل روزہ کے متعلق دریافت کیا فرمایا کہ تم ہر مہینہ میں تین دن ایام بیض کے روزے رکھا کرو اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

ف۔ ایام بیض تیرہویں۔ چودھویں۔ پندرہویں تاریخوں کو کہتے ہیں کیونکہ انکی راتیں پوری روشن ہوتی ہیں ان میں رات بھر چاند چمکتا رہتا ہے اور ان ایام کی فضیلت کا سبب ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام وحوا علیہما السلام کی توبہ انہی راتوں میں قبول ہوئی تھی اور انہوں نے ان تین دنوں کا روزہ رکھا تھا اللہ تعالیٰ کو ان کا عمل پسند آیا اسلئے اولاد آدم کے لئے ان ایام کا روزہ مستحب ہوگیا

۷۷

پیر اور جمعرات کے روزہ کی ترغیب

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن (عالم بالا میں) اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں (اسلئے آپ جمعرات اور پیر کے روزہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے) اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حدیث حسن غریب کہا ہے

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں فرمایا کہ پیر اور جمعرات میں ہر مسلمان کی مغفرت ہوجاتی ہے بجز ان دو

شخصوں کے جنھوں نے باہم قطع تعلق کر رکھا ہے اُن کے بارہ میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور مالک وابوداؤد ومسلم وترمذی نے اسکو روزہ کا ذکر حذف کر کے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جمعرات اور پیر کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن میں ہر شخص کو جو مشرک نہو بخشدیتے ہیں بجز اُن دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو اُن کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کریں اور ایک روایت میں مسلم کی یوں آیا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر جو شخص مشرک نہو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے بجز اُن دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو۔ الحدیث۔ اور اسکو طبرانی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ زمین کے فرشتوں کا دفتر آسمان کے فرشتوں کے دفتروں میں ہر پیر اور جمعرات کو نقل کیئے جاتے ہیں۔ پھر ہر مسلمان کی مغفرت کردی جاتی ہے جو مشرک نہو۔ بجز اُن دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو **ف** مراد وہ دشمنی ہے جو دنیوی سبب سے ہو اور جو دشمنی دین کیوجہ سے ہو وہ مغفرت سے مانع نہیں کیونکہ بغض فی اللہ تو شرعاً ضروری ہے۔

(۳) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ روزہ رکھنا شروع فرماتے ہیں تو افطار کا نام نہیں لیتے اور افطار کرنا شروع فرماتے ہیں تو روزہ کا نام نہیں لیتے مگر دو دن کا روزہ کبھی ناغہ نہیں ہوتا اگر وہ آپ کے روزہ کے سلسلہ میں آجائیں جب تو آپ ان میں روزہ رکھتے ہی ہیں اگر افطار کے سلسلہ میں آئیں جب بھی آپ اُن میں روزہ رکھتے ہیں۔ حضور نے پوچھا کہ وہ دونوں کون سے ہیں۔ میں نے عرض کیا پیر اور جمعرات فرمایا ان دو دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش کیے جاویں۔ اسکو ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔

۲۸

مولی قدامہ و مولی اسامہ - اور ابن خزیمہ نے اسکو اپنی صحیح میں بواسطہ شرجیل بن سعد کے حضرت اسامہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دو دنوں میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت اسامہ سے یہ سوال فرمایا کہ وہ دو دن کون سے ہیں حالانکہ حضور کو اپنی عادت خود ہی معلوم تھی اسمیں بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طلب و شوق کا حال دریافت کرنا تھا کہ ان کو میری عادت کی تحقیق کامل ہے یا ناقص یا یہ وجہ ہو کہ حضور کی عادت بعض دوسرے ایام میں بھی روزہ رکھنے کی تھی اس لیے آپ نے تحقیق فرمانا چاہا کہ تم کو کن ایام کے روزہ کا سبب معلوم کرنا ہے۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ پھر استغفار کرنیوالوں کی مغفرت کردی جاتی اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور دشمنی والوں کو انکی دشمنی کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزہ کا اہتمام فرماتے تھے اسکو نسائی و ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

بدھ اور جمعرات اور جمعہ اور بار اتوار کے روزہ کی ترغیب اور

ان احادیث کا بیان جن میں جمعہ اور بار کے دن روزہ کیلئے خاص کرنیکی ممانعت آئی ہے

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھے اس کے لئے جہنم سے برات لکھدی جائے گی اسکو

۷۹

ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

(۲) ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایسا شفاف چمکدار محل بنائیں گے جس کا اندر کا حصّہ باہر سے اور باہر کا حصّہ اندر سے نظر آئے گا اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور معجم کبیر میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے اِس مضمون کو روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص بدھ اور جمعرات و جمعہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ہیرے اور یاقوت اور موتیوں کا محل بنائیں گے اور اُس کے لئے جہنم سے برأت لکھدی جائیگی اسکو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے (سنن میں) روایت کیا ہے۔

(۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے پھر جمعہ کے دن صدقہ بھی کرے تھوڑا ہو یا بہت اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے جو اُس نے کئے ہوں یہاں تک کہ ایسا ہو جائیگا جیسا ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا تھا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٨٠

(۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس دنوں (کے روزے) کا ثواب لکھیں گے اور وہ دس دن آخرت کے ایام میں سے ہوں گے۔ جن سے دنیا کے ایام کو کچھ بھی مناسبت نہیں (کیونکہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوتا ہے) اسکو بیہقی نے بواسطہ ایک جشمی کے ابو ہریرہ سے اور بواسطہ ایک اشجعی کے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور اِن دونوں راویوں کا نام ظاہر نہیں کیا اور یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اُس صورت پر محمول ہے جبکہ جمعہ سے پہلے جمعرات کا بھی روزہ رکھے یا اُس کے بعد بار کے دن روزہ رکھنے کا ارادہ ہو

(کیونکہ آیندہ معلوم ہوگا کہ خصوصیت کے ساتہ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے)

(۶) عبید اللہ بن مسلم قریشی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سال بہر روزہ رکھنے کے متعلق سوال کیا۔ حضور نے اس سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے گہر والوں کا بہی تمہارے ذمہ حق ہے۔ پس رمضان روزہ رکہو اور اس مہینہ کا جو اس کے متصل ہے اور ہر بدہ اور ہر جمعرات کو روزہ رکہہ لیا کرو اس صورت میں تمنے سال بہر کا روزہ بہی رکہہ لیا اور افطار بہی کر لیا (یعنی اس صورت میں تم کو سال بہر کے روزہ کا ثواب مل جائے گا) اسکو ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن غریب بتلایا ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں ؛

(۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص تکرو اور سب دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لیئے خاص تکرو ہاں اگر کسی کے روزہ کے سلسلہ میں جمعہ بہی آجائے تو مضائقہ نہیں اسکو مسلم و نسائی نے روایت کیا ہے ؛

(۸) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص (تنہا) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکہے ہاں اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن پیچہے بہی روزہ رکہے تو اوس صورت میں جمعہ کے روزہ کا) مضائقہ نہیں اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں اور مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ نے بہی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جمعہ کا دن (مسلمانوں کے لئے) عید کا دن ہے۔ پس اپنے عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ۔ البتہ اگر اس سے پہلے یا پیچہے بہی روزہ رکہو تو کچہ حرج نہیں

(۹) ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور اُن کا روزہ تہا تو حضور نے دریافت فرمایا کیا تم نے کل (جمعرات کو) بہی روزہ رکہا تہا۔

۸۱

انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا کل (بار کو) بھی روزہ کا ارادہ رکھتی ہو عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا تو تم روزہ توڑ دو (کیونکہ تم نے خصوصیت کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھا ہے) اسکو بخاری و ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(۱۰) محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں قسم ہے رب البیت کی۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱۱) عامر بن ابی عامر شعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے اس میں روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس سے پہلے یا پیچھے بھی روزہ رکھو (تو مضائقہ نہیں) اسکو بزار نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(۱۲) ابن سیرین سے روایت ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جمعہ کی رات میں (عبادت کے لئے) جاگتے اور دن میں روزہ رکھتے تھے ایک دفعہ (جمعرات کو) ان کے پاس حضرت سلمان (فارسی) آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا اور وہ (رات کو) انہی کے پاس سوئے تو ابوالدرداء نے رات میں (عبادت کے لئے) قیام کرنا چاہا حضرت سلمان ان کے پاس گئے اور اٹھنے نہ دیا یہاں تک کہ وہ سو رہے اور (صبح کو جمعہ کے دن) افطار بھی کیا اسکے بعد ابوالدرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور رات کا سارا قصہ آپکو سنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عویمر[۵] سلمان تم سے زیادہ علم والے ہیں۔ تم جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے اور جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص نہ کیا کرو اسکو طبرانی نے کبیر میں سند جید سے روایت کیا ہے۔ ۸۲

ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لا کر مہاجرین و انصار میں باہم اسطرح اخوت قائم کر دی تھی کہ نام لیکر فرما دیا تھا کہ فلاں مہاجر فلاں انصاری کا بھائی ہے ابتدائے اسلام میں اس اخوت کی وجہ سے مہاجرین و انصار میں توارث بھی جاری ہو تا تھا

[۵] یہ ابوالدرداء کا نام ہے ۱۲ ظ

کہ ایک دوسرے کی میراث پاتا تھا بعد میں حکم توارث منسوخ ہو گیا اور ہمدردی و اعانت کا حق باقی رہ گیا ۔

ف۔ محدث جب کسی سند کو جید کہتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ سند درجہ حسن سے بالا اور درجہ صحیح کے قریب ہے ۔

ف۔ جمہور حنفیہ کے نزدیک تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنا بھی بلا کراہت جائز اور مستحب ہے اور بعض نے ان احادیث کی وجہ سے اس صورت کو مکروہ کہا ہے مگر جمہور حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ اعتقاداً جمعہ کے روزہ کا ایسا اہتمام نہ کیا جائے کہ روزہ کے ذریعہ سے اسکی تعظیم کا اظہار کیا جائے ۔ اور چونکہ درستی اعتقاد میں عملی تنبیہ کو بہت زیادہ دخل ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کا روزہ جمعہ کے دن افطار کرا دیا تاکہ اعتقاداً تخصیص جمعہ کا اہتمام باطل ہو جائے ۔ پس اگر کوئی شخص تخصیص اعتقادی کے ساتھ اب بھی جمعہ کا روزہ رکھے اور روزہ رکھ کر اس دن کی تعظیم ظاہر کرے تو مکروہ ہوگا اور اگر اعتقادی تخصیص نہ ہو محض عملی تخصیص ہو تو روزہ مکروہ نہ ہوگا جیسا پیر اور جمعرات کا روزہ مکروہ نہیں شاید یہاں یہ سوال ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ اور پیر اور جمعرات کے روزہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے تو تخصیص اعتقادی میں کیا حرج ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس تخصیص اعتقادی سے منع کیا گیا ہے وہ یہ درجہ نہیں جو ان فضائل پر مبنی ہو بلکہ وہ یہ درجہ ہے کہ کسی دن کو روزہ کے واسطے مخصوص سمجھا جائے کہ یہ دن روزہ ہی کے واسطے ہے افطار کے واسطے نہیں اور یوں سمجھے کہ اس دن کی عظمت اسکو مقتضی ہے کہ اس میں روزہ رکھا جائے جیسا یہود اسی خیال کی بنا پر ہار کے دن روزہ رکھتے تھے تو ایسی تخصیص مکروہ ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ اس دن میں افطار سے اعتقاد اگراتی ہو ۔ اور افطار کرنے والوں کو بری نگاہ سے دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درجہ کو مٹانا چاہا ہے ۔ چنانچہ اب عام طور پر سب مسلمان سمجھ گئے ہیں کہ جمعہ کا دن روزہ کے واسطے مخصوص نہیں نہ اسکی رات عبادت کے واسطے

مخصوص ہے کوئی روزہ رکھے تو ثواب ہے نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں اِس اعتقاد کے ساتھ تنہا جمعہ کا روزہ بھی مکروہ نہیں بلکہ ثواب و مستحب ہے اور اگر کسی کا عقیدہ اس سے آگے بڑھا ہوا ہو اور وہ جمعہ کی تعظیم کے لئے روزہ رکھے تو اُس کے لئے تنہا جمعہ کا روزہ مکروہ ہے یہ تفصیل ہے جمہور حنفیہ کے قول کی جیسا یہ احقر سمجھا ہے اور اس کے بعد بھی احتیاط اسی میں ہے کہ جمعہ کا روزہ ایک دن آگے یا پیچھے ملا کر رکھا جائے تاکہ ظاہر حدیث پر پوری طرح عمل ہو جاوے واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۳) عبداللہ بن بسر اپنی بہن صماء سے روایت کرتے ہیں کہ بار کے دن روزہ نہ رکھو۔ سوا اس صورت کے جبکہ فرض روزہ کے دنوں میں آجائے اور اگر کسیکو انگور کی چھال یا درخت کی شاخ کے سوا کچھ نہ ملے تو وہ اسی کو چبالے (اور روزہ توڑ دے) اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا ہے اور نسائی و ابن خزیمہ نے صحیح میں اور ابو داؤد نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور اسکو نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ نے عبداللہ بن بسر سے بلا واسطہ اُن کی بہن کے بھی روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اسکو عبداللہ بن شقیق کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے وہ اپنی پھوپی صماء سے جو بسر کی بہن ہیں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی کو تر شاخ کے سوا کچھ نہ ملے تو وہ اُسی سے روزہ توڑ دے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اُس صورت میں ہے جبکہ تنہا بار کے دن روزہ رکھے کیونکہ ابو ہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ سوا اس صورت کے کہ اِس سے پہلے بھی ایک دن روزہ رکھے یا ایک دن بعد میں روزہ رکھے تو اس طرح بار کے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

ف بار کے دن تنہا روزہ رکھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے وہ اس دن کی تعظیم کے لئے روزہ رکھتے تھے۔

عہ قال المنذری الصماء بکسر الصاد و بالحاء المہملۃ ممدودا ہو لقشر ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

۸۴

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا پہلا وعظ

مسمّٰی بہ

نفس کی اصلاح

منتخب از اصلاح النفس وعظ اول حصہ چہارم دعوات عبدیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو۔ جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اوس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تمکو بتلا دینگے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

یہ وہی آیت ہے جس کے متعلق پہلے جمعہ میں[1] بیان ہوچکا ہے اُس روز خیال تھا کہ آیت کے متعلق جتنا کچھ ضروری مضمون ہے وہ بیان ہوگیا ہے لیکن بعد کو خیال میں آیا کہ ابھی آیت کے ایک ٹکڑے کے متعلق بیان کرنا باقی ہے کیونکہ اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اس وعظ کا نام تصدی للغیر ہے یہ وعظ ۲۸۔ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو تھانہ بھون میں ہی ہوا تھا جو اب تک صاف نہونے کی وجہ سے شائع نہیں ہوسکا امید ہے کہ چھٹے حصے میں شائع ہو ۱۲۔ منہ

دو حکم بیان فرمائے ہیں اول یہ کہ تم اپنی فکر کرو۔ دوسرا یہ کہ تم دوسروں کی فکر میں نہ پڑو۔ پہلی جمعہ کو بیان کا زیادہ رُخ اِس دوسری بات کی طرف رہا۔ کیونکہ اوسوقت خیال یہ تہا کہ مقصود آیت میں صرف اسی کا بیان کرنا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مقصود اصلی تو یہی ہے لیکن پہلے حکم کا بیان بہی نہایت ضروری ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے دونوں حکم بیان فرمانے کے بعد اپنے سے ڈرایا کہ تمکو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ سو دوسروں کی فکر کرنا تو کچھ ایسا گناہ نہیں جس سے ڈرنے کی ضرورت ہو ہاں البتہ اپنی فکر کرنا ایسی چیز ہے جس سے ڈرانے کی ضرورت ہے تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ تمکو خدا کے پاس جانا ہے اِس لئے تم اپنی فکر کرو اور غفلت میں نہ پڑو اور اپنی اصلاح کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ضروری مضمون ہے پہر ایک وجہ سے نہیں بلکہ دو وجہ سے کیونکہ ایک تو خود یہ مضمون فی نفسہٖ ضروری ہے دوسرے خاص اس موقع کے لحاظ سے دیکھا جاوے تو بہی ضروری ہے اس وقت اسکے بیان کرنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ ہماری غفلت حد سے بڑھ گئی ہے ہمارے اندر سینکڑوں خرابیاں ہیں مگر ہمیں معلوم نہیں ہوتیں اگر ہم اپنی حالت میں غور کریں تو ہم کو معلوم ہو کہ ہمارے اندر کیا کیا خرابیاں ہیں ہاں اگر غفلت ہی میں رہیں جیسا اب تک رہے ہے تو اور بات ہے پھر اتنی غفلت ہونے پر بہی یہ ہر شخص جانتا ہے کہ میرے اندر بہت کچھ برائیاں ہیں لیکن اوسکی فکر نہیں کرتا۔ اگر غور کرے تو اوسکو معلوم ہو جاوے کہ آخرت کی فکر کتنی ضروری ہے ہر شخص اپنے روزمرہ کو دیکھ لے اور سوچ لے کہ اوس کے تمام وقت میں سے آخرت کی فکر میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔

۲ اس مضمون کے اختیار کرنے کی وجہ

آخرت کی فکر کی ضرورت

دنیا کی اگر کوئی پریشانی ہوتی ہے تو اوسکی تو اسقدر فکر ہوتی ہے کہ ہر وقت اوسمیں لگے رہتے ہیں اور بالکل اوسی میں کھپ جاتے ہیں اور آخرت سے ایسی غفلت ہے کہ اوسکی کچھ خبر ہی نہیں لیتے حالانکہ ہر شخص کے نزدیک موت کا آنا یقینی ہے بلکہ ایسا یقینی کہ دنیا کی کوئی مصیبت اتنی یقینی نہیں دیکھو اگر کوئی شخص کسی سخت مقدمہ میں پکڑا جائے اور مسل پوری اوس کے خلاف ہو تو اوسکو زیادہ گمان اپنے سزا پانے کا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی رہائی کی بہی کچھ کچھ امید ہوتی ہے

اسیطرح اگر کوئی شخص طاعون میں یا اور کسی ایسے مرض میں بیمار ہو جائے جس سے بچنے کی کچھ اس نہیں ہوتی تو جس طرح اوسکو مرنے کا گمان ہوتا ہے اسیطرح صحت کا بھی کسی قدر گمان ہوتا ہے۔ غرض دنیا کی ہر مصیبت میں دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دیکھو اوسکی فکر میں کس توجہ سے اور کس طرح جان دیکر مشغول ہوتے ہیں یہاں تک کہ اوسکی فکر میں گھلے جاتے ہیں لیکن موت ایسی چیز ہے کہ اوس میں کسی شخص کو بھی ذرا یہ خیال نہیں ہوتا کہ میں اِس سے بچ سکوں گا۔ نہ کافر ہی کو یہ خیال ہو سکتا ہے نہ مسلمان کو اور تو اور شیطان جو سب سے بڑا کافر اور شریر ہے وہ بھی یہ خیال نہیں کر سکتا اوسکو بھی ایک دن موت آئے گی کیونکہ اوسکو جو مہلت دیگئی ہے تو صرف قیامت تک مہلت دی گئی ہے جب قیامت آئے گی تو وہ بھی نہ بچ سکے گا۔ غرض موت میں کسیکو شبہ نہیں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ توحید جیسی یقینی چیز میں لوگوں نے شبہ کیا اور خدا کو ایک ماننے سے انکار کیا مگر موت سے انکار نہیں کر سکے پھر اسقدر یقینی اور اتفاقی چیز ہونے پر اسکو ہم نے ایسا بھلا دیا ہے کہ یاد دلانے سے بھی ہم کو یاد نہیں آتی نہ کسی کے کہنے سے مرنے کا خیال آتا ہے نہ کسی کو مرتے دیکھ کر موت یاد آتی ہے۔

اگر ہمارے سامنے کوئی شخص مرتا ہے اور ہم اوس کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں قبرستان تک جاتے ہیں تو دفن کے بعد ہنستے کھیلتے چلے آتے ہیں ہمارے دل پر ذرا بھی فکر نہیں ہوتی غرض یہ کہ کسی صورت سے ہمکو اوسکی طرف توجہ نہیں ہوتی تو صاحبو کیا یہ حالت اسی طرح چھوڑنے کے قابل ہے کیا اس کا علاج ضروری نہیں ہے اگر ہے تو فرمایئے آجتک اِس کا کیا علاج کیا۔ اگر نہیں کیا تو اب کرنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ علاج میں جسقدر دیر اور غفلت کیجاتی ہے مرض بڑھتا جاتا ہے ہر شخص اپنی حالت میں غور کرے کہ جسقدر خوف بچپن میں تھا جوانی میں نہیں ہے اور جسقدر جوانی میں ہے بڑھاپے میں نہیں ہے۔ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ برسوں تک اونکو موت کا خیال بھی نہیں آتا اور ذرا بھی اثر اون کے دل پر نہیں ہوتا۔ اور بعض کو اگرچہ موت یاد ہے لیکن خوف اور دہشت نہیں ہے سو اس حالت کی اصلاح بہت جلد

ضروری ہے اسکے علاج میں غفلت اور دیر نہ چاہیئے معلوم نہیں کس وقت موت آجاوے دیکھو اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ میرے پکڑنے کے لئے گارد پھرتی ہے تو اُس کے دل کی کیا حالت ہوتی ہے زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے چین آرام برباد ہو جاتا ہے ہر وقت یہ دُھن ہوتی ہے کہ کس طرح میں اس مصیبت سے نجات پاؤں تو کیا موت کی اتنی بھی فکر نہ ہونی چاہیئے غرض موت سے ہر وقت ڈرنا چاہیے خاصکر جبکہ گناہوں کا بوجھ بھی سر پر لدا ہوا ہے جس سے سزا کا بھی سخت اندیشہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی کیونکہ دنیا کی مصیبتیں بھی اکثر گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں مگر ہم لوگ اس سے ایسے بیخبر ہیں کہ کسی مصیبت میں اپنے گناہوں کو کبھی یاد ہی نہیں کرتے بلکہ بعض وقت مصیبت میں یہاں تک کہہ بیٹھتے ہیں کہ کر تو ڈر نہ کر تو ڈر۔ مطلب یہ کہ ہم نے تو کوئی جُرم نہیں کیا مگر اڑنگے میں آ گئے سو خوب سمجھ لو کہ یہ بڑی جہالت کی بات ہے کیونکہ نہ کرکے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اگر کچھ نہ کرکے بھی ڈرنا ضروری ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ توبہ توبہ خدا تعالیٰ ظالم ہیں خوب یاد رکھو کہ ایسا کہنا خدا تعالیٰ کے ساتھ بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے صاحبو خدا تعالیٰ تو کئے پر بھی بہت کم پکڑتے ہیں اور بے کیئے تو پکڑتے ہی نہیں قرآن شریف میں اسکو صاف طور پر فرما دیا کہ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ یعنی جو کچھ مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی بدولت پہونچتی ہے اور تمہارے کرتوتوں میں سے بھی بہت سے معاف ہی کر دیے جاتے ہیں کہ اون پر پکڑ نہیں ہوتی۔

بعض لوگ مصیبت کے وقت کہا کرتے ہیں کر تو ڈر نہ کر تو ڈر یہ بھی جہالت کی بات ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور پکڑ کر لایا گیا تو آپ نے اوس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جو شرع کے اندر چوری کی سزا ہے اوس چور نے کہا کہ حضرت یہ میرا پہلا قصور ہے اس مرتبہ مجھے معاف فرما دیجئے پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے خدا تعالیٰ پہلے قصور میں کبھی کسیکو رسوا نہیں کرتے چنانچہ پتہ لگانے سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے بھی پانچ چھ مرتبہ چوری کر چکا ہے تو واقعی بات ہے کہ خدا تعالیٰ بہت کچھ معاف فرماتے ہیں لیکن جب ہم حد سے بالکل ہی

نکل جاتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کی غیرت ہم کو رسوا کر دیتی ہے ورنہ اوسکی وہ شان ہے کہ گناہ پر بھی ہمکو بہت کم پکڑتا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ اپنے بہت معتقد ہیں اسلئے اپنے گناہوں کی خبر ہم کو نہیں ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غفلت کیوجہ سے ہمکو پتہ نہیں چلتا چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ خدا جانے ہمنے کیا گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے غفلت کا کہ رات دن گناہ کرتے رہتے ہیں اور پھر ہمکو گناہ سے خالی ہونے کا بھی گمان ہوتا ہے صاحبو اپنے گناہوں سے غفلت کرنا بہت بڑا مرض ہے جس سے کوئی بچا ہوا نہیں۔

سر سے پیر تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور پھر اپنے کو بے گناہ سمجھتے ہیں اور اپنے معتقد ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اُن کے معتقد ہیں ایسے لوگ اور بھی زیادہ تباہ ہوتے ہیں کیونکہ اون کے پاس اپنی بزرگی کی یہ دلیل بھی موجود ہے کہ جب اتنے لوگ ہم کو اچھا کہتے ہیں تو ضرور ہم اچھے ہوں گے۔ مگر ہماری بالکل وہ حالت ہے جیسا مشہور ہے کہ ایک مکتب کے لڑکوں نے اتفاق کیا کہ آج استاد صاحب سے چھٹی لینی چاہئے اور تو کوئی تدبیر نکل سکی آخر یہ رائے ٹھیری کہ جب استاد صاحب آئیں تو سب ملکر اونکا مزاج پوچھو اور اونکو بیمار بتلاؤ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا دو چار لڑکوں کو تو اوستاد صاحب نے جھڑک دیا لیکن جب بار بار سب نے یہی کہا تو اوستاد صاحب کو بھی خیال ہوا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ جس بات کا وہم غالب ہو جاتا ہے وہ بات سچ ہو جاتی ہے آخر اُستاد کی طبیعت بگڑ گئی اور سب کو لیکر گھر چلے گئے اور حکم کیا کہ تم دھلیز میں بیٹھکر پڑھو میں گھر میں آرام کرتا ہوں لڑکوں نے دیکھا کہ مقصود اب بھی حاصل نہوا آخر نہایت زور سے چلا کر پڑھنا شروع کر دیا استاد صاحب کو وہم سے بیماری تو پیدا ہو ہی گئی تھی چلا کر پڑھنے سے اوس میں زیادتی ہونے لگی مجبور ہو کر سب کو چھوڑ دیا تو جیسے یہ استاد لڑکوں کے کہنے سے اپنے کو بیمار سمجھنے لگے تھے یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ یہ دوسروں کو اپنی بزرگی کا معتقد دیکھ کر یوں سمجھ گئے کہ اتنے مسلمان کس طرح جھوٹے ہو سکتے ہیں میں بطور لطیفہ اور ظرافت کے کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں میں جہاں اپنے کو بزرگ سمجھنے کا مرض ہے اوسکو

گناہوں سے غفلت بہت بڑا مرض ہے

۵ اپنے تئیں بزرگ سمجھنا

ساتھ یہ خوبی بھی ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بزرگ اور سچا جانتے ہیں اور اون کے خیال کی قدر کرتے ہیں مگر یہ اعتقاد ایسا ہے جیسے کسی نائن نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ نتھ اوتار کر دہو رہی ہے نتھ اُتری ہوئی دیکھ کر فوراً اپنے شوہر کے پاس دوڑی گئی اور کہا کہ ہماری بیوی صاحبہ تو بیوہ ہوگئیں جلدی جاکر اُس کے شوہر کو خبر کر نائی صاحب فوراً اس بیوی کے شوہر کے پاس پہونچے اور کہا حضور آپ کیا بے فکر بیٹھے ہیں آپکی بیوی صاحبہ تو بیوہ ہوگئیں ججمان صاحب نے رونا شروع کر دیا رونے کی آواز سنکر یار دوست جمع ہوگئے سبب پوچھا تو یہ حماقت معلوم ہوئی۔ دوستوں نے سمجھایا کہ میاں جب تم زندہ ہو تو تمہاری بیوی رانڈ کیونکر ہوگئی اسپر آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں پھر اسکو کیا کروں کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔ یہ نہایت معتبر شخص ہے جھوٹ نہ بولے گا۔ یہی ہماری حالت ہے کہ اپنے گناہوں کو خوب جانتے ہیں۔ لیکن صرف اسوجہ سے کہ دوسرے لوگ ہمکو اچھا کہتے ہیں ہم بھی اپنے معتقد ہو گئے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اون کا کوئی معتقد نہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے معتقد ہیں اسیوجہ سے اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو انکو تعجب ہوتا ہے کہ کیوں ہم پکڑے گئے۔

صاحبو! ہمکو تو نہ پکڑے جانے پر تعجب ہونا چاہیئے تھا دیکھو جو شخص روزانہ ڈکیتی ڈالتا ہو اگر وہ چھ مہینے تک بچا رہے تو تعجب ہونا چاہیئے اور پکڑا جائے تو کچھ بھی تعجب نہیں ہم لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جو گناہ ہم روزانہ کرتے ہیں اور اونپر پکڑ نہیں ہوتی خدا تعالےٰ اون سے تو ناراض نہیں ہوئے وہ تو معاف ہو گئے اسیوجہ سے جب مصیبت کے وقت فکر کرتے ہیں تو نئے گناہوں کو دیکھتے ہیں حالانکہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ اگر گناہ آج کیا ہو تو آج ہی اوسکی سزا بھی ملجائے دیکھئے اگر کوئی شخص کچھ مٹھائی کھالے تو عادت یہ ہے کہ اس کے پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں لیکن یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس روز کھایا ہے اوسی روز نکلنے لگیں فرعون نے چار سو برس تک خدائی کا دعوےٰ کیا لیکن کبھی سر میں درد بھی نہیں ہوا اور پکڑا گیا تو اس طرح کہ ایک دم میں ہلاک ہی کر دیا گیا خدا تعالےٰ کے ہاں ہر کام حکمت سے ہوتا ہے کبھی ساتھ کے ساتھ سزا ملجاتی ہے اور کبھی مدت کے بعد

ایک نائن کی حکایت

۶

گناہ کی سزا فوراً ملنا ضروری نہیں ہے

پکڑ ہوتی ہے۔ اسیطرح نیکیوں میں بھی کبھی ہاتھ کے ہاتھ بدلہ دے دیا جاتا ہے اور کبھی دیر کے ساتھ ملتا ہے دیکھئے حضرت موسے علیہ السلام نے فرعون کے لیے بد دعا فرمائی تھی اور قبول بھی ہو گئی چنانچہ ارشاد ہوا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا یعنے تمہاری دعا قبول کرلی گئی لیکن قبول ہوجانے پر بھی اوسوقت قبولیت کا کچھہ ظہور تھوڑا بلکہ یہ ارشاد ہوا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ تم دعا کا اثر ظاہر ہونے میں جلدی نہ کرنا کہ یہ نادانوں کا طریقہ ہے بلکہ صبر سے کام لینا سو چالیس برس تک حضرت موسیٰ نے انتظار کیا اوس کے بعد فرعون اور اوس کی قوم ہلاک ہوئی ان دونوں واقعوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ نہ کسی جرم پر فوراً اثر ظاہر ہونا ضروری ہے نہ نیکی پر دیکھئے فرعون کو چار سو برس کی مہلت دی گئی اور حضرت موسے کو چالیس سال تک انتظار میں رکھا گیا۔

جب یہ بات ہے تو اگر کبھی جرم کی فوراً سزا نہ ملے تو اوسکی نسبت یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس جرم سے خدا تعالیٰ ناراض نہیں ہوئے یا یہ جرم سزا کے قابل نہ تھا یا ہم کو معاف کر دیا گیا مگر لوگ اس غلط خیال کیوجہ سے جب کسی مصیبت میں پڑتے ہیں تو ہمیشہ نئے گناہ کو دیکھا کرتے ہیں اور جب کوئی نیا گناہ نظر نہیں آتا تو اپنی مصیبت پر تعجب کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف ظلم کی نسبت کر کے یہ کہتے ہیں کہ کر تو ڈر نہ کر تو ڈر صاحبو! کسی مسلمان کے مُنہ سے ایسی بات کا نکلنا بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کیا کسی کے نزدیک خدا تعالیٰ کی سلطنت اودھ کی نوابوں کی سلطنت ہے کہ جس کا کوئی قانون اور قاعدہ ہی نہیں جس طرح جی چاہا کر لیا۔

خیر یہ بات تو درمیان میں آ گئی تھی مقصود یہ تھا کہ دنیا کی مصیبتوں کا تو یہاں تک خوف ہے کہ کچھہ نہ کر کے بھی ڈرتے ہیں اور آخرت کے بارے میں اسقدر غفلت ایسی بے پروائی ہے کہ کر کے بھی نہیں ڈرتے۔ آئے دن سیکڑوں خرافات کرتے ہیں ہزاروں گناہوں کے بوجھہ میں دبے جاتے ہیں لیکن ذرا بھی پروا نہیں کرتے کیا یہ مرض نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا اسکی تدبیر ضروری نہیں ہے۔

صاحبو! یہ یاد رہے کہ جسقدر اسکی جانب سے غفلت ہو گی تدبیر دشوار ہوتی

جائے گی۔

ایک بات ہو تو اوس کا رونا رویا جائے ہماری تو جو حالت بھی ہے وہ رونے کے قابل ہے کس کس بات کی اصلاح کیجاوے۔ ایک تو یہ مرض تھا جس سے کوئی بچا ہوا نہیں دوسرا مرض وہ ہے جو دینداروں کے اندر زیادہ ہے کہ جب کبھی انکی کوئی حالت قابل افسوس اونکو یاد دلائی جاتی ہے اور اون کی بُرائیاں اونکو دکھلائی جاتی ہیں تو فکر ہوتا ہے لیکن صرف اسقدر کہ تھوڑی دیر رو لیئے اور بس جھینکر ہو گئے بڑی ہمت کی تو ایک دو وقت کا کھانا چھوڑ دیا غم کی صورت بناکر بیٹھ گئے۔ لیکن تدبیر کی جانب ذرا توجہ نہیں بلکہ اس غم کی حالت میں بھی اگر کوئی دنیا کا کام یاد آ گیا فوراً اوس میں لگ گئے۔ بھلا یہ کچھ فکر ہوئی یہ تو اللہ میاں کو دہوکہ دینا ہوا خوب کسی نے کہا ہے

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند حق را بسجودے و نبی را بدرودے

یعنی تم اون لوگوں کی طرح مت ہو جو نماز اور درود سے خدا اور رسول کو بہلانا چاہتے ہیں اور سچی طلب اون کے اندر ہی نہیں ہے۔ بعض لوگ اِن سے بھی چند قدم آگے ہیں کہ ہمیشہ اپنی حالت پر پریشان رہتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں لیکن کبھی تدبیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی بھر نری پریشانی سے کیا ہو سکتا ہے اگر کسی شخص کو دق کی بیماری کا پہلا درجہ شروع ہو جائے اور اوسکو خبر بھی ہو جائے اور پریشانی بھی ہونے لگے لیکن وہ صرف یہی کرے کہ جب کوئی اوس سے ملنے کو آئے اوس کے سامنے رونا شروع کر دے اور دن رات کڑھا کرے مگر علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو نتیجہ اس کا کیا ہوگا صرف یہی کہ دس پانچ روز میں دوسرا تیسرا درجہ بھی شروع ہو جائے گا اور آخر کار ایک روز خاتمہ ہو جائے گا۔ تو غلطی اسکی یہ ہے کہ پریشانی کو علاج سمجھتا ہے حالانکہ تدبیر اسکی یہ تھی کہ روپیہ خرچ کرتا حکیم کے پاس جاتا کڑوی دواؤں پر صبر کرتا نقصان دینے والی چیزوں سے پرہیز کرتا۔ چاہے پریشانی کا اظہار کسی ایک کے آگے بھی نہ کرتا۔ اسی طرح دل کی بیماریوں اور گناہوں میں بھی اصل تدبیر یہی ہے کہ کسی کامل اور پہونچے ہوئے کی خدمت میں حاضر ہو اور اوس کے کہنے پر عمل کرے گناہوں سے پرہیز پر کمر باندھے۔

خطبہ اصدق الرؤیا

امابعد الحمد والصلوٰۃ فقد قال اللہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ الآیۃ روی الترمذی عن ابی الدرداءؓ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تفسیرہ ھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ وفی بیان القرآن تحت ھذہ الآیۃ مانصہ۔
یہ بشارت عام ہے بشر المومنین الخ بشر الصابرین الخ یبشرھم ربھم برحمۃ الخ تتنزل علیھم الملائکۃ ان لاتخافوا ولاتحزنوا وابشروا الخ اور رویا صالحہ سب اس میں داخل ہے۔ اھ
اشارۃ الی ان التفسیر لیس للتخصیص بل للتمثیل وفی الحدیث للبخاری۔ قالوا وما المبشرات قال صلی اللہ علیہ وسلم ھی الرؤیا الصالحۃ وزاد مالک یراھا الرجل المسلم او تری لہ وفی الحدیث المتفق علیہ عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی الحدیث ثم قیل معناہ من رانی علی صورتی التی انا علیھا وقیل معناہ من رانی بأی صورۃ کانت لان تلک الصورۃ مثال لروحہ المقدسۃ فان الشیطان لایتمثل بمثال علی انہ مثال لہ صلی اللہ علیہ وسلم اسید علی المشکوٰۃ

۲۱

یہاں چند امور ہیں۔

اول آیت اپنے عموم سے اور حدیث اپنے خصوص سے غیر نبی کے رویا صالحہ کو مطلقاً مبشر ہونیکی حیثیت سے معتبر بتلاتی ہے اور غیر نبی کی قید اس لئے ہے کہ نبی کا رویا ثبوتاً وحی قطعی ہے۔ اور دلالۃً بھی تعبیر جازم کے بعد۔ اور تعبیر غیر جازم کے ساتھ ظنی و یلحق بر ویاہ رویا غیرہ اذا قررہ النبی اور صالحہ کی قید اس لئے ہے کہ تحزین من الشیطان سے احتراز ہو جائے جسکا علاج وقت انتباہ تین بار تعوذ اور تھتکار دینا اور کروٹ بدلکر سو رہنا وارد ہے اور اسپر عدم ضرر کا وعدہ ہے اور خود رویا کی قید اس لئے ہے کہ حدیث النفس سے احتراز ہو جائے

ثانی اور اس رویا کو بالخصوص حدیث زیادہ معتبر بتلاتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارکہ سے کسی کو شرف حاصل ہو۔

ثالث پھر حدیث ہی رویا صالحہ کے درجہ کا بھی جو شریعت میں ہے تعیین کرتی ہے۔ یعنی نہ وہ محض از قبیل اوہام واضغاث احلام ہے۔ جیسا کہ بعض فلاسفہ اہل تفریط کا خیال ہے۔ ورنہ لسان شارع میں اس کا لقب مبشرہ نہ ہوتا اور نہ وہ حجت فی الاحکام اور مثبت حلال وحرام ہے جیسا کہ اکثر عوام وبعض خواص کالعوام اہل افراط کا مقال ہے، ورنہ لسان شارع میں اس کی مبشریت پر اقتصار نہ ہوتا اور اسی افراط شائع کی اصلاح کی غرض سے یہاں خواب کے جواب میں اکثر اس شعر کے لکھنے کا معمول ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

تو حاصل اس درجہ کا رحمت حق سے تقویت رجاء ہے۔ یعنی امر مبشر بہ کے حصول حالاً یا مآلاً کی کہ وہی اسکی تعبیر ہوتی ہے۔ امید ہو کر مسرت پیدا ہو، اس لئے برا خواب ذکر کرنے سے نہی آئی ہے کہ شاید کوئی اس کی ایسی تعبیر دیدے جو سبب ہو جاوے قنوط کا رحمت حق سے جو کہ ممنوع ہے۔ جیسا اسی بنار پر فال صالح کی محبوبیت اور طیرہ کی تاثیر کی نفی لاطیرہ میں وارد ہے۔ ۲۲

رابع نیز حدیث ہی اس کی تبشیر کو عام بتلا رہی ہے خواہ خود صاحب معاملہ دیکھے یا صاحب معاملہ کے حق میں کوئی دوسرا مومن دیکھے۔

خامس پھر رویت نبویہ میں جو صورت اصلیہ کی تقیید میں اختلاف ہے۔ یہ رویا کے اثر میں اس لئے مضر نہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔ صرف تقویت رجار کی جاتی ہے تو یہ رجار قطع نظر رویا سے مستقلاً بھی طاعت ہے۔ رویا سے صرف اس کا وصف بڑھجاتا ہے۔ سو اگر وہ وصف نہ ہو تب بھی ذات کافی ہے۔

خطبہ حیوۃ المسلمین

الحمد للہ الذی انزل فی کتابہ او من کان میتا فاحییناہ وجعلنالہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منہا والصلوۃ والسلام علی رسولہ الذی شرفہ بخطابہ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ودعا

امتہ الی جزیل ثوابہ فی قولہ یا یہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم وقادھم الی رفیع جنابہ فی قولہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ وبعد فقد قال تعالی من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون وقال تعالی ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکًا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمٰی۔ ان آیات کے ساتھ ایک اور آیت جو اہل جہنم کے حق میں ہے یعنی ثم لا یموت فیہا ولا یحیی اگر بطور مقدمہ کے ملالی جاوے (جسکا حاصل یہ ہے کہ جس حیوۃ میں راحت وحلاوت نہ ہو وہ حیوۃ گو صورۃً غیر موت ہو مگر معنی غیر حیوۃ بھی ہے) تو اس انضمام کے بعد مثل نصوص کثیرہ

۲۳

عہ ولنسر وبعضہما منہا یدل علی العاجل من الاختصاص الذی حقیقتہٗ اثبات حکم لشئ ونفیہ عن غیرہ ومجموع ہذہ الآیات لیفید مجموع الامرین وقید بالعاجل لانہ ہو الخفی کما سیاتی فی آخر الحواشی للتمہید فمنہا قولہ تعالی۔ (ع ۱) فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ومنہا قولہ تعالی (ع ۲) فبدل الذین ظلموا الی قولہ تعالی یفسقون ومنہا قولہ تعالی (ع ۳) وضربت علیہم الذلۃ الی قولہ تعالی یعتدون و (ع ۴) فما جزاء من یفعل الی اشد العذاب و (ع ۵) ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الی عذاب عظیم (الم) و (ع ۶) ومنہم من یقول الی سریع الحساب (سیقول) و (ع ۷) فی من آمن وفی من کفر بعیسٰی قولہ تعالی وجاعل الذین اتبعوک الی من نصرین (تلک الرسل) و (ع ۸) ولا تہنوا الی مومنین و (ع ۹) فآتیہم اللہ ثواب الدنیا الی المحسنین و (ع ۱۰) سنلقی فی قلوب الذین کفروا الی الظلمین و (ع ۱۱) ان الذین تولوا منکم الی ما کسبوا و (ع ۱۲) فانقلبوا بنعمۃ الی فضل عظیم (لن تنالوا) و (ع ۱۳) ومن یہاجر الی واسعۃ (والمحصنت) و (ع ۱۴) فبظلم من الذین ہادوا الی بالباطل و (ع ۱۵) فی قطاع الطریق قولہ تعالی ذلک لہم خزیٌ فی الدنیا الی عظیم و (ع ۱۶) ومن یتول اللہ ورسولہ الی الغلبون و (ع ۱۷) قل أ أنبئکم بشر الی سبیل و (ع ۱۸) والقینا بینہم العداوۃ الی المفسدین۔ و (ع ۱۹) ولو انہم اقاموا التوراۃ الی یعملون۔ ولا یحب اللہ و (ع ۲۰) الم یروا کم اہلکنا الی آخرین (واذا سمعوا) و (ع ۲۱) فی نوح وقومہ قولہ تعالی فانجینٰہ والذین معہ الی عمین۔ و (ع ۲۲) فی ہود وقومہ قولہ تعالی فانجیناہ ومن معہ الی مومنین و (ع ۲۳) فی صالح وقومہ قولہ تعالی فاخذتہم الرجفۃ الی الناصحین و (ع ۲۴) فی لوط وقومہ قولہ تعالی فانجینا واہلہ الی المجرمین و (ع ۲۵) فی شعیب وقومہ قولہ تعالی فاخذتہم الرجفۃ الی الخسرین۔ (ولو اننا) و (ع ۲۶) ولوان

شہیرہ کے خطبہ کی آیات میں حیوۃ باطنی و اخروی اور مابعد الخطبہ کی آیات میں علی تفسیر المحققین عـــہ

اہل القریٰ امنوا الی یکسبون و(ع ۲۷) فارسلنا علیہم الطوفان الی یعرشون و(ع ۲۸) ان الذین اتخذوا العجل الی المفترین و(ع ۲۹) فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون الی سوء العذاب و(ع ۳۰) اذ یوحی ربک الی الملائکۃ الی العقاب و(ع ۳۱) وان اللہ موہن کید الکفرین و(ع ۳۲) یا یہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ الی العظیم و(ع ۳۳) وما لہم الا یعذبہم اللہ الی لا یعلمون (قال الملاء الذین) و(ع ۳۴) ذلک بان اللہ لم یک مغیرًا الی الظلمین و(ع ۳۵) یا یہا النبی قل لمن فی ایدیکم الی رحیم (واعلموا) و(ع ۳۶) لہم البشریٰ الی العظیم و(ع ۳۷) ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین و(ع ۳۸) فی قوم یونس قولہ تعالیٰ لما آمنوا الی حین و(ع ۳۹) وان استغفروا ربکم الی فضلہ (لیتذرون) و(ع ۴۰) ویقوم استغفروا ربکم الی مجرمین و(ع ۴۱) وما کان ربک لیہلک القریٰ الی مصلحون و(ع ۴۲) فی یوسف قولہ تعالیٰ ولما بلغ اشدہ الی المحسنین (وما من دابۃ) و(ع ۴۳) فی یوسف قولہ تعالیٰ وکذلک مکنا لیوسف الی یتقون و(ع ۴۴) ولا یزال الذین کفروا الی المیعاد و(ع ۴۵) لہم عذاب فی الحیٰوۃ الدنیا الی واق و(ع ۴۶) اولم یروا انا نأتی الارض الی الحساب و(ع ۴۷) واذ تاذن ربکم الی لشدید و(ع ۴۸) فاوحی الیہم ربہم الی وعید (وما ابری نفسی) و(ع ۴۹) وان کان اصحاب الایکۃ الی مبین و(ع ۵۰) قد مکر الذین من قبلہم الی لا یشعرون و(ع ۵۱) والذین ہاجروا فی اللہ الی اکبر و(ع ۵۲) افامن الذین مکروا السیات الی تخوف و(ع ۵۳) من عمل صالحا من ذکر الی یعملون و(ع ۵۴) وضرب اللہ مثلاً قریۃ الی یظلمون (ربما) و(ع ۵۵) واذا اردنا ان نہلک الی تدمیرا و(ع ۵۶) فعسیٰ ربی ان یؤتین الی عقبا۔ (سبحان الذی) و(ع ۵۷) ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لہم الرحمٰن وُدًّا۔ و(ع ۵۸) قال فاذہب فان لک فی الحیٰوۃ ان تقول لا مساس (قال الم اقل لک) و(ع ۵۹) وکم قصمنا من قریۃ الی خامدین و(ع ۶۰) وارادوا بہ کیدًا فجعلنہم الاخسرین۔ و(ع ۶۱) فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذلک ننجی المومنین و(ع ۶۲) ولقد کتبنا فی الزبور الی الصلحون و(ع ۶۳) فکاین من قریۃ اہلکنٰہا الی المصیر (اقترب للناس) و(ع ۶۴) وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم الی ہم الفسقون (قد افلح المومنون) و(ع ۶۵) والذین یقولون ہب لنا الی اماما۔ (وقال الذین لا یرجون) و(ع ۶۶) قال سنشد عضدک الی الغالبون و(ع ۶۷) وکم اہلکنا من قریۃ بطرت الی اہلہا ظالمون و(ع ۶۸) فخسفنا بہ الی المنتصرین و(ع ۶۹) فکلا اخذنا الی یظلمون (امن خلق)۔ و(ع ۷۰) ظہر الفساد الی مشرکین و(ع ۷۱) وانزل الذین ظاہروہم الی قدیرا (اتل ما اوحی) و(ع ۷۲) لئن لم

۲۴

حیوۃ ظاہری و دنیوی کا بھی اختصاص صرف مطیعان حق کے ساتھ نہایت واضح اور مصرح ہے مگر باوجود اس قدر وضاحت و صراحت کے ہمارے اسلامی بھائی اس مسئلہ سے اس قدر غافل ہیں کہ گویا اس مسئلہ کے دلائل کو کبھی نہ ان کی آنکھوں نے دیکھا نہ ان کے کانوں نے سنا اور نہ ان کے قلب پر ان کا گذر ہوا اور حیوۃ کی ان دونوں قسموں میں سے بھی حیوۃ اخروی کا اختصاص مذکوران کے اذہان سے اتنا بعید نہیں جتنا حیوۃ دنیوی کا اختصاص بعید ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسوقت مسلمانوں کی

ینتہ المنفقون الی تبدیلا و (ع۷۳) لقد کان لسبا الی الا الکفور۔ و (ع۷۴) فلما جاءہم نذیر الی آخر السورۃ۔ (ومن یقنت) و (ع۷۵) فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون و (ع۷۶) قل یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم الی حساب (ومالی) و (ع۷۷) فوقاہ اللہ سیئات مامکروا۔ و (ع۷۸) انا لننصر رسلنا الی الاشہاد و (ع۷۹) ان الذین قالوا ربنا اللہ الی وفی الآخرۃ (فمن اظلم) و (ع۸۰) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و (ع۸۱) یوم نبطش البطشۃ الکبری انا منتقمون (الیہ یرد) و (ع۸۲) یاایہا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم و (ع۸۳) فلا تہنوا الی آخر السورۃ و (ع۸۴) لقد رضی اللہ عن المومنین الی قدیرًا و (ع۸۵) ہو الذی ارسل رسولہ الی شہیدا و (ع۸۶) کذبت قبلہم قوم نوح الی وعید (حم الاحقاف) و (ع۸۷) ام یقولون الی الدبر (قال فما خطبکم و (ع۸۸) اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ و (ع۸۹) فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا الی شدید العقاب و (ع۹۰) الم ترالی الذین نافقوا الی لایعقلون و (ع۹۱) عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ۔ و (ع۹۲) واخری تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب۔ و (ع۹۳) وللہ خزائن السموات الی لایعلمون و (ع۹۴) ما اصابکم من مصیبۃ الی یہد قلبہ و (ع۹۵) ومن یتق اللہ الی قدرا۔ و (ع۹۶) وکاین من قریۃ عتت الی خسرا (قد سمع اللہ) و (ع۹۷) انا بلونہم الی لوکانوا یعلمون۔ و (ع۹۸) فقلت استغفروا ربکم الی انہارا۔ و (ع۹۹) لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینہم ماءً غدقاً (تبارک الذی) و (ع۱۰۰) الم یجعل کیدہم فی تضلیل (عم)، فہذہ مائۃ آیۃ فی الباب ولم نذکر کثیرا منہا لعدم قصدنا الاستیعاب ۱۲ منہ

ع۵ وجہ التقیید حمل بعضہم الآیتین علی الحیوۃ والمعیشۃ الاخرویتین لکن لا یتوقف المطلوب علیہما لکون کثیر من الایات المذکورۃ فی الحاشیۃ السابقۃ صریحا فی ذلک ۱۲

۲۵

عالم میں عموماً اور کشور ہند میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مگر نہ ان کے ذہن کو مطلق اس طرف التفات ہوتا ہے نہ انکی زبان پر اس کا نام آتا ہے نہ ان کے قلم سے یہ مضمون نکلتا ہے۔ اگر کسی کو علاج و تدبیر کی طرف توجہ ہوتی بھی ہے تو وہ نسخے استعمال کئے جاتے ہیں جن کی نسبت بے تکلف یہ کہنا یقیناً صحیح ہے۔ کہ ؎

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند | آن عمارت نیست ویراں کردہ اند
بے خبر بودند از حال دروں | استعیذ اللہ مما یفترون
رنجش از صفرا و از سودا نبود | بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود

اور اس بے اصول علاج کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ ؎

ہر چہ کردند از علاج و از دوا | رنج افزوں گشت و حاجت ناروا
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت | آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
سستی دل شد فزوں و خواب کم | سوزش چشم و دل پر درد و غم

مگر باوجود اس ناکامی پر ناکامی کے ان عطائی اطبا کی حالت اس خطائی طبیب کی سی ہے جس نے کسی کو بے موقع مسہل دیا تھا اور برابر زیادت اسہال کی خبر اسکو پہونچ رہی تھی مگر وہ ہر اطلاع کے بعد جواب میں یہی کہتا تھا کہ مادہ فاسد ہے نکلنے دو حتی کہ وہ مر بھی گیا۔ مگر یہ اس کا مرنا سنکر بھی اپنی اسی رائے کو صحیح سمجھا کئے اور یہ فرمایا کہ اللہ رے مادے جس کے نکلنے سے مر گیا نہ نکلتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ اس جہل عملی کی وجہ صرف یہی جہل علمی ہے کہ ان مصائب کے سرمنشا کی تعیین میں انکو نصوص الٰہیہ و نبویہ کی پوری تصدیق نہیں۔ اے صاحب جب اللہ و رسول پر ایمان ہے جس کے معنے ہیں ہر امر اور ہر خبر میں ان کی تصدیق کرنا اور انکو سچا سمجھنا پھر یہ کیسی تصدیق ہے کہ کسی میں تصدیق کسی میں عدم تصدیق۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب و تکفرون ببعض اس لئے سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ اس تجاہل و تغافل پر از سر نو تنبیہ کیجاوے۔ تاکہ مرض کے

سبب کا تعین پھر علاج صحیح کا تیقن ہو اور اس تعین و تیقن کے بعد اسباب کے ازالہ اور علاج کی تحصیل کا اہتمام کریں اور براہین عقلیہ و نقلیہ و نیز مشاہدہ و تجربہ سے محقق و ثابت ہوچکا ہے کہ دور حاضر میں ان اسباب و معالجات کی تعلیم و تفہیم منحصر ہوگئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں پس بلا خوف منازع حضور کی شان عالی میں یہ دعوی بالکل سچا دعوی ہے۔ ؎

ذات پاک کاملے پُر مایہ — آفتابے درمیان سایہ

حاذقش گو کو حکیم حاذق است — صادقش دان کو امین و صادق است

در علاجش سحر مطلق را ببیں — در مزاجش قدرت حق را ببیں

جو شخص آپ کی صحت تشخیص کا اعتقاد کرکے آپ کی تجویز پر عمل کریگا وہ بیساختہ کہنے لگیگا ؎ مطلع نور حق و دفع حرج ٭ مغنی فی الصبر مفتاح الفرج ٭ اے لقائے تو جواب ہر سوال ٭ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال ٭ ترجمان ہرچہ ما را در دل است ٭ دستگیر ہر کہ پایش در گل است ٭ مرحبا یا مجتبے یا مرتضے ٭ ان تغب جار القضا ضاق القضا ٭ انت مولی القوم من لا یشتہی ٭ قد ردی کلا لئن لم ینتہ ٭ اور اگر یہ شخص آپ کی کسی تجویز کی لم بھی نہ سمجھے گا تب بھی جیسا کہ لوازم اعتقاد سے ہے یہ کہیگا ؎ آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ٭ ہرچہ فرماید بود عین صواب ٭ آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست ٭ نائب ست و دست او دست خداست ٭ ہمچو اسمعیل پیشش سر بنہ ٭ شاد و خنداں پیش تیغش جان بدہ ٭ تا بماند جانت خنداں تا ابد ٭ ہمچو جان پاک احمد با احد ٭

۲۷

حاشیہ صفحہ ۲۶ عہ وانما قال از سر نو لان الشریعۃ طالما نبہت علیہ ثم تبرجمۃ الشریعۃ تنبہ علیہ العلماء منہا رسالۃ جزاء الاعمال التی کتبتہا قبل ذلک بقلیل فمن ثم سمی ہذا التنبیہ جدیدا و حملنی علی ذلک ما لحقنی من القلق الشدید علی سوء حال المسلمین منذ ایام بحیث ازعجنی واضنانی فاخذ اللطف الالہی بیدی والقی فی روعی اثناء صلوۃ الفجر لعشرین من جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ مدخلیۃ بعض الاعمال بخصوصہا فی کشف بعض الغمۃ التی لا طاقۃ لہم بہا یرفع بعض منہا للجہل و بعض منہا للافلاس۔ و بعض منہا للتشویش وہذہ ہی امہات جمیع البلایا والرزایا وان اکتب شیئا من ذلک و ابلغہ المسلمین من دون التعرض لوجہ المدخلیۃ المذکورۃ لان المقصود النافع للعامۃ ہی المسائل لا الدلائل و رجائی کونہ نافعا و البلاء النازل دافعا فاراح ذلک جاشی و ازاح منہ الغواشی فشرعت فیہ راجیا من اللہ فیہ النفع وہو ولی کل وضع و رفع ۱۲ منہ

عاشقان جام فرح انگہ کشند ٭ کہ بدست خویش خوباں شاں کشند ٭ آں کسے را کش چنیں شاہے کشد ٭
سوئے تخت وبہترین جاہے کشد ٭ اور آپ نے نہایت شفقت وغایت رحمت سے اپنا پورا
مطب بے دریغ عام خلائق کے روبرو پیش فرمایا آگے استعمال کرنے والوں یا استعمال
نہ کرنے والوں کی سعادت وشقاوت جس نے جب کبھی بھی استعمال کیا صلاح وفلاح
اس کے پیش پیش رہی اور جس نے اس میں اہمال کیا اگر اسکو کچھ حصہ عقیدت و
محبت کا حاصل ہے اس عقیدت ومحبت کی برکت سے اسپر عنایت اس طرح متوجہ
ہوتی ہے کہ صلاح وفلاح سے اسکو حرمان عاجل نصیب کیا جاتا ہے تاکہ اس
فوری تنبیہ سے وہ اپنی اصلاح کر سکے اور جو عقیدت ومحبت سے خالی ہیں اس
خلو کی شامت سے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے کہ بطور استدراج کے انکو
صورۃً وعاجلًا کامیابی عطا کردی جاتی ہے۔ اور حقیقۃ وآجلا حرمان ہی انکے
نصیب حال ہوتا ہے۔ چنانچہ حرمان آج کل تو ظاہر ہی ہے۔ اور حرمان حقیقی
کا شاہد ان کی اندرونی حالت ہے کہ خالص راحت وحلاوت کو وہ خود ۲۸
اپنے اندر مفقود پاتے ہیں۔ اسی فلاح عاجل وصوری وحرمان آجل وحقیقی کا
ذکر ان آیات میں ہے قولہ تعالیٰ ایحسبون انما نمدھم بہ من مال و
بنین نسارع لھم فی الخیرات بل لا یشعرون وقولہ تعالیٰ فلا تعجبك
اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا
وتزھق انفسھم وھم کٰفرون۔ جب عیاناً وبرھاناً صلاح وفلاح کا انحصار
مطب نبوی ہی کے نسخوں میں ثابت ہوچکا تو برادران اسلامی پر جنکو مرض کی خبر
اور اس کے سبب اور نسخہ سے بیخبری ہے واجب ولازم ہوا کہ اب اس علمی تغافل و
تجاہل یا عملی تکاسل وتثاقل کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہیں اور ان حکمی حتمی نسخوں کا استعمال کریں
اور عاجلًا وآجلًا وصورۃً وحقیقۃً صلاح وفلاح کا متزایداً ومتصاعداً مشاہدہ کریں یہ تنبیہ کلی
ہے جلب منافع ودفع مضار کے طریق صحیح پر اور تنبیہ جزئی وبسوط تمام شریعت مطہرہ ہے

ع الابیات العشرون المذکورۃ فی الخطبۃ من المثنوی المعنوی بتغیر یسیر فی بعضہا ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

آں سگے کہ می گزد گویم دعا کہ ازیں خو وارہانش اے خدا

یعنی جو کتا کہ کاٹتا ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں راہم دریں اندیشہ دار کہ نباشند از خلائق سنگسار

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگسار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے۔ تا کہ یہ سنگسار نہ ہو سکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں تا کند شاں رحمۃ للعالمیں

یعنی حق تعالےٰ نے اسی لئے انبیاؑ کو زمین پر بھیجا ہے تا کہ اُن کو رحمۃ للعالمین بنا دے۔

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص حق را خواند کہ وافر کن خلاص

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند چوں نشد گوید خدایا در مبند

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں۔ اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا دروازہ (رحمت) بند کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا۔ اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کیطرف بلاویں۔ اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما۔ تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں۔ اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہذا میں بھی تمام چیزوں

پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بود مر عام را   رحمت کلی بود ہمام را

یعنی رحمت ناقص تو عوام کو بھی ہوتی ہے۔ دیگر، رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونیکا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قرین گشتہ بکل   رحمت دریاست ہادی سبل

یعنی ان کی رحمت جزوی اوس کامل کے قرین ہوگئی ہے۔ اور رحمت دریا ہادی سُبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی رحمت جزوی ہی تھی۔ مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہوگئی ہے۔ اور اسی سے مستفیض ہو رہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہوگئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

۲۳۴ رحمت جزوی بکل پیوستہ شو   رحمت کل را تو ہادی بین و رو

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھکر چلے چلو مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو۔ اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ۔ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہو کر کامل ہو چکے ہیں۔ غرضکہ تم کاملوں کیساتھ لگے رہو گے تو انشاء اللہ کامل ہو جاؤ گے۔ آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تا کہ جزو ست او نداند راہ بحر   ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا۔ اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اوس کامل سے پیوستہ ہونا چاہیگا تو وہ تو یقیناً ناقص الحال ہی ہوگا۔ تو یہاں

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو۔ وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر معرفت ہی نہ ہوگی۔ تو پیوستہ کس کے ساتھہ ہوگا۔ تو جب نقص علم ہوگا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھہ جاوے گا۔ اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالے مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چون نداند راہ یم رہ کے برد سوئے دریا خلق را چون آورد

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لیجا سکتا ہے۔ اور مخلوق کو دریا کیطرف کس طرح لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہونچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہونچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر انگاہ او رہ برد تا بحر ہمچون سیل وجو

۳۵

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لیجا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اوسکو اُسکے ساتھہ پیوستہ ہونا بھی آسان ہوگا اور جس طرح کہ ندی اور رود دریا میں جا کر ملجاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالے کے ساتھہ پیوستہ ہو جاوے گا۔ اور اگر ابھی معرفت بھی حاصل نہوئی ہو تو اسکو فرماتے ہیں کہ

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود نز عیان و وحی و تائیدے بود

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے۔ نہ عیاناً اور وحی اور تائید کے ساتھہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خود تو کیا راہ پاوے گا۔ اگر اوروں کو بھی بلاتا ہے تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے۔ اور حق تعالے کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرضکہ چاہیئے کہ اس کامل کے ساتھہ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے

چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اُس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ ہمچو چوپانے بگرد ایں رمہ

یعنی اس عورت نے کہا کہ بس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو۔ اور اس جماعت کے گرد چوپان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش چونکہ فصاد اجل شاں زد بہ نیش

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دیدہاست دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد در سخن یکبارہ بے آزرم شد

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آگئے۔ اور بات میں ایک دفعہ ہی بیتاب ہوگئے۔

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گر مردند وایشاں گر حے اند غائب و پنہاں زچشم دل کے اند

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے۔ اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

ف فلا تعجل بتکذیب ما یروی من حبس الشمس بدعاء بعض الاولیاء کما اشتہر من شرف الدین القلندر انہ دعا یا الٰہی تا قیامت بر نیاید آفتاب ثم لما طلعت بدعائہ کانت علی الراس فاذن الامر اھون من الحبس لانہ کان حبسا صورۃ وحجابا معنی فھو اقرب الی التصدیق۔

ف (جب ایسا خارق واقع بھی ہو چکا ہے اور تخصیص بالنبی کی کوئی دلیل نہیں) پس تم ایسے واقعہ کی جلدی تکذیب مت کرو جو بعض اولیاء کی دعا سے حبس شمس کا قصہ منقول ہے جیسا حضرت قلندر صاحب کی حکایت مشہور ہے کہ انہوں نے (ناراض ہو کر) یہ دعا کر دی تھی یا الٰہی تا قیامت بر نیاید آفتاب (پھر لوگوں کے معاف کرانے پر دعا کر دی تھی) پھر جب اونکی دعا سے وہ طلوع ہوا ہے تو ٹھیک سر پر تھا (یعنی دوپہر کا وقت تھا) سو اس صورت میں واقعہ حبس سے بھی سہل ہے کیونکہ وہ صورۃً حبس تھا لیکن معنیً وحقیقۃً حجاب تھا (یعنی باوجود طلوع کے نظر نہیں آیا اور ممکن ہے کہ یہ نظر نہ آنا خاص اسی بستی میں ہو) سو یہ تصدیق سے بہت قریب ہے۔

الحدیث ریق المؤمن شفاء معناہ صحیح ففی الصحیحین قال صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا ف والریق

حدیث مومن کا لعاب شفا ہے اس کا مضمون صحیح ہے (گو الفاظ ثابت نہیں) چنانچہ صحیحین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے لعاب سے شفا حاصل کرنیکی دعا مذکور ہے ف اسی سے

سور المؤمن شفاء

۸۹

والسود کالمترادفین فثبت ایضاً معنی
ما اشتہر بلفظ سور المومن شفاء
وھذا التبرک بسور الصالحین
والمشائخ معتاد فی اھل الطریق بکثرۃ۔

الحدیث زر غبا تزدد حبا
البزار والحارث بن ابی اسامۃ فی
مسندیھما ومن طریق ثانیھما
ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث
طلحۃ بن عمرو عن عطاء بن ابی رباح
عن ابی ھریرۃ بہ مرفوعاً وثم
ساق اسانید متعددۃ) وقال
بمجموعھا یتقوی الحدیث وان
قال البزار انہ لیس منہ حدیث
صحیح فھو لا ینافی ما قلناہ

ف ومنہ یوخذ حکمۃ
اختفاء التجلیات عن السالک
احیانا کما اشار الیہ
العارف الشیرازی
بقولہ

گر نیست غیبتے نرھد
لذتی حضور

حکمت استتار التجلیات احیانا ۹۰

سور المومن شفاء کا مضمون بہی ثابت ہوگیا
اور اہل طریق میں بزرگوں کی کہائی ہوئی
چیز سے برکت حاصل کرنا کثرت سے
معتاد ہے ❁

حدیث ناغہ کرکے ملاقات کیا کرو
محبت میں ترقی کروگے روایت کیا
اسکو بزار نے اور حارث بن ابی اسامہ نے
اپنی مسندوں میں اور حارث کے طریق
سے ابو نعیم نے حلیہ میں طلحہ بن عمرو کی
روایت سے وہ عطاء سے روایت کرتے
ہیں اور وہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً (پہر مقاصد میں
کئی سندیں ذکر کرنے کے بعد) کہا ہے
کہ ان اسانید کے مجموعہ سے حدیث میں
قوت ہوتی ہے اگرچہ بزار نے کہا ہے
کہ اسمیں کوئی حدیث صحیح نہیں لیکن یہ ہمارے
قول کے منافی نہیں (کیونکہ صحت کی نفی
سے ثبوت کی نفی نہیں ہوتی) **ف** اور
اس سے بعض اوقات سالک سے تجلیات کے
استتار کی حکمت بہی معلوم ہوتی ہے
جیساکہ عارف شیرازی نے فرمایا ہے ؎
گر نیست غیبتے نرھد لذتے حضور

الحدیث سید القوم خادمھم ابو عبد الرحمن السلمی فی آداب الصحبة من روایة یحیی بن اکثم عن المامون عن ابیه عن جده عن عقبة ابن عامر رفعه بھذا وفی سندہ ضعف و انقطاع **ف** و ینجبر ضعفه بعمل السلف به قاطبة لاسیما اھل الطریق فی کل زمان حیث یخدمون کلا حتی خدمھم بکل خدمة یحتاجون الیھا۔

الحدیث الصراط کحد السیف او کحدة الشعرة البیھقی فی الشعب عن انس به مرفوعاً

حدیث جو کسی قوم کا سردار ہو وہ اونکا خادم ہے (یعنی اسکو خادم ہونا چاہیے) روایت کیا اسکو ابو عبد الرحمن سلمی نے اپنی کتاب آداب الصحبة میں یحیی بن اکثم کی روایت سے اونہوں نے مامون رشید سے اونہوں نے اپنے باپ سے اونہوں نے اون کے دادا سے اونہوں نے عقبہ بن عامر سے اونہوں نے اسی لفظ سے مرفوع کیا ہے اور اسکی سند میں ضعف اور انقطاع ہے **ف** اس کے ضعف کا تدارک اس سے ہو جاتا ہے کہ عموماً سلف کا اسپر عمل رہا ہے خصوص اہل طریق کا ہر زمانہ میں رہا ہے کہ وہ سب کی خدمت کرتے ہیں حتی کہ اپنے خادموں کی بھی جس خدمت کی اونکو حاجت ہو (اور کسی حدیث پر اسطرح عمل کرنا علامت ہے کہ حدیث کی کچھ اصل معتدبہ ہے ورنہ غیر ثابت پر عمل کیوں کرتے)

حدیث پلصراط تلوار کی تیزی کی طرح ہے یا بال کی باریکی کی طرح ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب میں حضرت انس سے مرفوعاً اور کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہے

ملحقہ تتمة السادات الخامات الحکام

91

(رفع استبعاد اهل الله حال الضعفاء فی تحقیق علم)

۹۲

وقال هذا اسناد ضعيف
قال وروى عن زياد النميرى
عن انس مرفوعاً الصراط
كحد الشعرة اوكحد السيف
قال وهى رواية صحيحة
انتهى **ف** قلت
وبه ندفع استبعاده
ما قال فيه بعض اهل
اللطائف من القوم
ان الصراط مثال
للطريق الوسط الدينى
ولما كان الوسط الحقيقى
غير منقسم ظهر الصراط بصورة
ما هو ادق من الشعر
فان الشعر منقسم عرضاً
وايضاً لما كان الوسط الحقيقى
اصعب من كل شئ فان الركون
الى جانبيه من الافراط و
التفريط قلما يسلم منه
احد كما قال صلى الله عليه وسلم
لن يشاد الدين احد الا غلبه

بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث زیاد نمیری سے
روایت کی گئی ہے اونہوں نے انس سے
مرفوعاً روایت کیا ہے کہ صراط بال کی
باریکی کی طرح ہے یا تلوار کی تیزی کی طرح
اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے ختم ہوا
کلام بیہقی کا **ف** میں کہتا ہوں کہ اِس کا
مستبعد ہونا اوس سے دفع ہوتا ہے
جو اس باب میں صوفیہ میں سے بعض اہل
لطائف نے کہا ہے کہ صراط صورت
مثالیہ ہے طریق دینی معتدل کی اور
چونکہ وسط حقیقی غیر منقسم ہوتا ہے اسلئے
صراط ایسی شکل میں ظاہر ہوگا جو بال سے
بھی باریک ہے کیونکہ بال تو عرض میں
منقسم ہوتا ہے نیز چونکہ وسط حقیقی پر قائم
رہنا ہر چیز سے زیادہ دشوار ہے کیونکہ
اوس کے دونوں طرفوں یعنی افراط و تفریط
کی طرف مائل ہو جانیسے بہت کم سالم رہتا
ہے جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی ایسا شخص
نہیں جو دین کا سختی سے مقابلہ
کرے مگر اوسپر دین ہی غالب ہوگا۔

(باقی آئندہ)

ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ رہی زراعت کی ضرورت اس کا کام نہروں سے نکالنے لگے ہیں۔ تو بارش سے اس کا بھی تعلق کم ہو گیا۔ غرض فلسفہ بھی اس کو مانتا ہے۔ اور ہم تو مانتے ہی ہیں (تعلیم البیان۔ دعوات جلد ۵ ص۱۱ س۱۴)

(۲۸) مثال۔ اب تو غضب یہ ہے کہ بعض لوگ ڈاڑھی منڈانی حلال بھی سمجھنے لگے ہیں اور جب اس کی بابت ان سے گفتگو کیجاتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں اس کی حرمت دکھلائیے۔ اور یہ سوال آج کل ایسا عام ہوا ہے کہ ہر شخص ہر بات کو قرآن سے مانگنے لگا ہے۔ میں اس جواب کا فیصل کن علمی جواب دیتا ہوں۔ یہ کوئی لطیفہ نہ ہوگا۔ بلکہ قابل غور جواب ہوگا۔ لیکن اول ایک شرعی اور ایک تمدنی قاعدہ بیان کرتا ہوں۔ تمدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت میں ایک ہزار روپیہ کا دعوے پیش کرے۔ اور اس کی شہادت میں دو شاہد ایسے پیش کردے جنمیں مدعا علیہ کوئی نقص یا کوئی عیب نہ نکال سکے تو مدعا علیہ پر ڈگری ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ ان گواہوں کو تسلیم نہ کرے۔ اور یہ کہے کہ میں تو دعوے کو اسوقت تک تسلیم نہیں کرتا جبتک کہ خود صاحب جج اور مجسٹریٹ ضلع آکر گواہی نہ دیں۔ اور اگر مدعا علیہ ایسا کہے تو عدالت اسکو کہے گی کہ دعوی کے اثبات کے لئے مطلق شاہد کی ضرورت ہے۔ شاہد خاص کی ضرورت نہیں ہے۔ یا تو ان گواہوں میں کلام کرو۔ یا دعوی تسلیم کرو۔ (وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ ص۲۲ س۶)

(۲۹) حکایت۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک طبیب سے شکایت کی کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ اس نے کہا بڑھاپے کے سبب۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میرے سر میں درد بھی رہتا ہے۔ طبیب بولا یہ بھی بڑھاپے کے سبب۔ اسی طرح اس نے بہت سی شکائتیں تبلائیں۔ اور طبیب نے سب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب بڑھاپے کی بدولت ہے۔ تو اصل سبب اس مرض میں بڑھاپا تھا۔ اور باقی سب اسکے اعراض تھے۔ (وعظ ایضاً ص۲۴ س۱۰)

(۳۰) حکایت۔ ایک بزرگوار کا قصہ ہے اور میں نے ان کو دیکھا بھی ہے کہ ان سے ایک عورت نے جس کا دوسرے شخص سے تعلق تھا کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ اور وہ مجھے طلاق نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا تو کافر ہو جا (نعوذ باللہ)

اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ فرمائیے جب ایسے لوگ مقتدا ہوں گے تو قوم کی کیا حالت ہوگی۔ (وعظ ایضاً صہ ۲۷ س ۱۷)

(۳۱) **حکایت**۔ میں نے دیوبند میں ایک واعظ صاحب کو وعظ کہتے ہوئے سنا اول اس نے یہ آیت پڑہی۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس کے بعد ترجمہ اس آیت کا کیا کہ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم تالا لگا کر نماز جمعہ کو جایا کرو۔ یہ خرابی کی تعلمون کی یعنی تالا سوند اُس زمانہ میں مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ زندہ تھے۔ اس واعظ کو بہت ڈانٹا (وعظ ایضاً صہ ۳۲ س ۴)

(۳۱) **حکایت**۔ ایک واعظ کانپور میں آئے تھے۔ جامع العلوم میں انہوں نے وعظ کہا۔ یہ آیت پڑہی۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ اور ترجمہ کیا کہ جنت میں تخت ہوگا جس کا ایک ایک پایہ ایک ایک ہزار کوس کا ہوگا۔ اور طرہ یہ کیا کہ کوس کی تفسیر بھی کی کہ بڑے کوس کو کہتے ہیں (وعظ ایضاً صہ ۳۲ س ۸)

(۳۳) **حکایت**۔ مشہور ہے کہ اکبر نے کسی بہانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دیدیا تہا۔ بہانڈ نے ہاتھی تو لے لیا۔ لیکن اس کو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی اس ہاتھی کو کہلاؤنگا کہاں سے۔ اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر ہی ختم ہو جاوے گا۔ آخر اس کو معلوم ہوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گذرے گی۔ جب وہ وقت آیا تو اپنے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈہول ڈالکر اسی طرف اسکو چھوڑ دیا۔ اکبر کی سواری جب گذری تو اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہاتھی چلا آرہا ہے۔ اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے غور کیا تو معلوم ہوا کہ خاصہ کا ہاتھی ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پہرتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بہانڈ کو یہ ہاتھی دیدیا تہا۔ اکبر نے بہانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے کہنے لگا حضور نے مجھے ہاتھی تو عنایت فرمایا۔ مگر میرے پاس کہلانے پلانے کو کیا دھرا تھا آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہ ہی اسکو بھی سکھلادوں۔ اس لئے میں نے گلے میں ڈہول ڈالکر چھوڑ دیا کہ مانگو۔ اور کھاؤ۔ اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا۔ اور اس نے ایک گانوں بھی انعام میں دیا۔ (وعظ ایضاً صہ ۳۳ س ۲)

(۳۴) **حکایت** حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس ایک عالم کی طلب

میں ایک خط آیا تھا جس میں ان کے لئے بہت سی شرطیں لکھی تھیں کہ وہ ایسے ہوں۔ اور ایسے ہوں۔ اور کُل دس۱۰ روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولانا رح فرمانے لگے کہ بھلے مانسو! فی وصف ایک روپیہ تو رکھا ہوتا۔ (وعظ الیضاً ص۳۵ س۱)

(۳۵) **حکایت**۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اسکا جواب دیا۔ مستفتی کے چلے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور مستفتی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ رات زیادہ گئی ہے آپ آرام فرمایئے۔ ہم صبح ہونے پر اسکو بتلادیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ گھر میں سے اسکو بلایا۔ اور فرمایا کہ ہمنے اسوقت مسئلہ غلط بتلادیا تھا۔ تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہمکو بتلایا اور وہ اس طرح ہے۔ جب یہ فرما چکے تب چین آیا۔ اور واپس آکر آرام فرمایا۔ (وعظ الیضاً ص۳۶ س۱۳)

(۳۶) **حکایت**۔ ایک نوجوان کی نسبت میں نے سنا ہے کہ وہ بیرسٹری پاس کرکے آرہے تھے۔ ان کے باپ نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میرا لڑکا لندن سے آرہا ہے۔ تمہارے شہر سے اس کا گذر ہوگا۔ اگر تم اسٹیشن پر اس سے مل لو تو بہتر ہو تاکہ اسکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے لکھنے کے موافق یہ مکتوب الیہ اسٹیشن پر گئے اور جاکر ان بیرسٹر صاحب سے ملے۔ اسوقت بیرسٹر کھانا کھارہے تھے۔ چونکہ رمضان شریف تھے اسلئے انکو تعجب ہوا اور انہوں نے دریافت کیا کہ رمضان شریف ہے۔ آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ صاحبزادہ پوچھتے ہیں کہ رمضان کیا چیز ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ رمضان ایک مہینہ کا نام ہے کہنے لگا جنوری۔ فروری۔ الخ ان میں تو رمضان کہیں نہیں آیا۔ آخر اس کی یہ حالت دیکھکر ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور سمجھے کہ منبع الکفر کا مسخ شدہ ہے اس کی حالت میں تغیر آنا۔ اور انا للہ پڑھکر چلے آئے۔ (وعظ الیضاً ص۳۵ س۹)

(۳۷) **حکایت**۔ پیلی بھیت میں ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کچھ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ اس نے سنا نہیں۔ ایک شخص اور بیٹھے تھے۔

انہوں نے حکایت کے طور پر اس سے کہا کہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے افضل کریگا۔ وہ بزرگ سخت برہم ہوے۔ اور فرمایا کہ مجھکو کیا خبر کہ فضل کرے گا یا نہ کرے گا۔ تم نے اپنی طرف سے گا کیسے بڑھایا۔ (وعظ ایضا ص ۴۱ س ۱۶)

(۳۸) **حکایت**۔ بمبئی سے ایک پہلوان کا خط آیا کہ میری کشتی ہونیوالی ہے۔ مجھے ایک تعویذ لکھدو کہ میں جیت جاؤں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا مقابل بھی کسی سے تعویذ لکھا لے تو کیا ہوگا۔ پھر تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ (وعظ ایضا ص ۴۲ س ۵)

(۳۹) **حکایت**۔ کسی بیوقوف کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا۔ ہر چند اس کو دباتا تھا اور قابو میں لاتا تھا۔ لیکن وہ رسید ہی نہ دیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ اسکو بیچدو۔ مالک صاحب نے کہا کہ آپ ہی اس کو بکوادیں۔ اس شخص نے چوک میں کھڑے ہوکر کہنا شروع کیا۔ کہ یہ گھوڑا بکتا ہے۔ اور ایسا قدم باز ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اور طرح طرح کے اوصاف بیان کئے۔ مالک صاحب یہ سنکر یہ کہنے لگے کہ میاں اگر ایسا ہے تو لاؤ میں ہی نہ رکھوں۔ کیوں بیچوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارا عمر بھر کا تجربہ میرے چند الفاظ سے جاتا رہا۔ یہی حالت ہلوگوں کی ہے۔ کہ صریحا دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ریا۔ فریب۔ حسد۔ شہوت غضب کا اتباع موجود ہے۔ اور تمام عمر گذر گئی کہ نفس سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ سرکشی اس کی مشاہدہ ہے کہ چاہتے ہیں کہ فلاں کام کرے اور نہیں کرتا۔ ان سب امور پر تو خاک ڈال دی اور یقین کس چیز پر آیا کہ ساری بستی کے لوگ مجھکو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں بزرگ ہوں۔ (تعظیم الشعائر دعوات جلد ۲ ص ۶ س ۱)

(۴۰) **مثال**۔ فرض کرو کہ ایک شخص مریض ہوا۔ اور وہ کسی طبیب کے پاس گیا۔ اور نسخہ دریافت کیا۔ اور حکیم صاحب نے نسخہ لکھا لیکن اتفاق سے مریض ایسی جگہ رہتا ہے کہ اس جگہ کوئی دوا دستیاب نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے پرہیز بتلایا۔ اور اتفاق سے اس گاؤں میں صرف وہی چیزیں ملتی ہیں جن کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور جن چیزوں کی اجازت ہے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں ملتی۔ اگر یہ مریض حکیم صاحب کے نسخہ کو دیکھکر اور پرہیز کو سنکر یہ کہنے لگے۔ کہ طب میں نہایت ہی تنگی ہے۔ کیونکہ دوائیں وہ بتلائیں جنمیں سے

(باقی آیندہ)

(۷) تو کیا کوئی تعلیم یافتہ صاحب اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ دلیل کوئی چیز نہیں جس میں اس قدر اشتباہ ہے۔ اس پر اگر عمل کیا جاوے تو انجام یہ ہو کہ دنیا میں نہ کسی کا مالی حق ثابت ہو سکے نہ جانی اور تمام انتظامات درہم برہم ہو جاویں۔ بازار میں سودا خریدنے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خراب سودا بھی ہے اور اچھا بھی ہے تو کیا اچھے اور بُرے میں اشتباہ ہونے کی وجہ سے سودا خریدنا ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر مطلقاً سودا خریدنا چھوڑ دیا جاوے تو کھانا پینا ہی بند ہو جاوے اور کام تمام ہو جاوے۔ اس تقریر سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ اشتباہ کے موقع پر ہر دو مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دینا صحیح نہیں بلکہ حق و باطل اور اصلی اور نقلی اور کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے کی ضرورت ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ معجزات و شعبدات بھی اگر مشتبہ ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں سے قطع نظر کر لیا جاوے ورنہ امثلہ مذکورہ میں کہنا پڑے گا کہ ہر دو مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیا جاوے خصوصاً مقدمہ والی مثال میں کہنا پڑے گا کہ جب حاکم کے سامنے دونوں طرف کی دلیلیں وکلا نے پیش کیں تو حاکم کو چاہیئے کہ دونوں سے قطع نظر کر کے خاموش ہو جاوے اور کسی کو ڈگری نہ دے کیونکہ اشتباہ موجود ہے حالانکہ کبھی ایسا نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سکوت صحیح طریقہ ہے۔ صحیح طریقہ یہی مانا جاتا ہے کہ دونوں طرف کی دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہیئے کہ کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے یا کونسی قوی اور کونسی ضعیف ہے۔ اسی پر تمام دنیا کے کاروبار چل رہے ہیں۔ بنابریں معجزات و شعبدات میں بھی امتیاز کرنا چاہیئے نہ یہ کہ ذرا سا اشتباہ پاکر معجزات کو شعبدات کی طرح بیکار قرار دیدیا جاوے کیونکہ معجزات پر نبوت کی بنا ہے اور نبوت سے معاد کی صلاح و فلاح ہوتی ہے جو ضروری اور لابدی اور باقی غیر فانی ہے۔ جبکہ دنیا کی صلاح و فلاح کے لیئے مقدمات میں کتنی کتنی چھان بین کر کے حق و ناحق میں تمیز کی جاتی ہے۔ ذرا سی چیز خریدی جاتی ہے تو اشتباہ کو غور و خوض سے رفع کر کے اچھے کو بُرے سے اور کامل کو ناقص سے جدا کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں فانی اور ان کا نقصان و نفع غیر قابل التفات ہو ظاہر ہے کہ منفعت باقی کے حاصل کرنے کے لئے اور مضرت ابدی سے بچنے کے لیئے چھان بین

۲۰۹

(۱) نبی سمجھ لیتے اس لیئے ایک ذریعہ استدلال کا اُن کے ادراک کے موافق بھی

(۲) کرنا اور غور وخوض کرنا بدرجہا زیادہ ضروری ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے زابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیا بر داشتند — اولیا را ہمچو خود پنداشتند

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

شیر آں باشد کہ آدم میخورد — شیر آں باشد کہ آدم میخورد

معجزہ اور شعبدہ اور مسمریزم میں فرق کا بیان یہ ہے کہ طالب حق کو دونوں میں فرق کر لینا کچھ بھی دشوار نہیں۔ جتنی چھان بین مقدمات میں کی جاتی ہے اگر اسکی چوتھائی بھی اس بارہ میں کی جاوے تو دودھ الگ اور پانی الگ ہو جاوے گا۔ معجزہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام خلاف عادت ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے کسی نبی کے ہاتھ پر بلا واسطہ سبب طبعی کے پیدا فرماتے ہیں تاکہ وہ لوگ جنکی طرف وہ نبی بھیجے گئے ہیں اُس کو دیکھ کر جان لیں کہ اس بندہ کو خدائے تعالےٰ کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے کہ اسکی سچائی ثابت کرنے کے لئے خدائے تعالےٰ نے اُس کے ہاتھ سے بلا واسطہ اسباب طبعیہ کے یہ کام کر دیا۔ جب اِس سے اُن کی خصوصیت اور مقبولیت عنداللہ ثابت ہو جاوے گی تو اُن کی تعلیم کو بدل و جان قبول کیا جاویگا اور نبوت کا کام پورا ہوگا۔ باقی دنیا میں جہاں ہر چیز میں اشتباہات ہیں اور ہر چیز میں کھوٹا کھرا اور اصلی اور نقلی موجود ہے۔ اِسی طرح معجزہ کے ساتھ بھی شعبدہ یا مسمریزم کو مشابہت ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔ ظاہرا جیسے معجزہ سے ایسے کام ہوتے ہیں جو ہر شخص نہیں کر سکتا۔ ایک معمولی بازی گر ایسے انوکھے کام کر دکھاتا ہے جس کو دیکھکر اچھے اچھے عقلمند حیران رہ جاتے ہیں لیکن ذرا غور سے کام لیا جاوے تو دونوں میں فرق ہے۔ شعبدہ اور مسمریزم واقع میں خلاف عادت نہیں ہوتا بایں معنے کہ بلا کسی سبب کے اُس کا وجود نہیں ہوتا ضرور بواسطہ سبب کے ہوتا ہے ہاں وہ سبب خفی ہوتا ہے۔ کبھی وہ کوئی چالاکی اور ہتھ پھیری ہوتی ہے کبھی کسی طبعی قوت کی مشق ہوتی ہے اور اسی طرح سے وہ کام نمودار ہو جاتا ہے

۲۱۰

(۱) رکھا گیا جسمیں علم اضطراری صحت دعوائے نبوت کا پیدا ہوجاتا ہے۔ بے اختیاری ۱۲

(۷) کہ معلوم ہوتا ہے کہ بلا سبب کے ہوا اُسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی محنت کرتا ہے اور اُسکے
سبب کو تلاش کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے۔ جتنے کہ تلاش کرنے والا بھی مشق کرکے اسی طرح
اُس کام کو کرنے لگتا ہے پھر وہ اُس شعبدہ باز کا بھی مقابلہ کرسکتا ہے تو شعبدہ خارق عادت
(خلاف عادت) ہوا کیونکہ جیسے دنیا کے تمام کام سبب کے ذریعہ سے ہوتے ہیں ایسے ہی
یہ بھی سبب کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف اتنا ہوا کہ شعبدہ کا سبب اور ذریعہ عام نظروں سے
پوشیدہ رہا۔ اور معجزہ سے وہ کام محض قدرت خداوندی سے بلا واسطہ سبب کے ہوتا ہے
یہی وجہ ہے کہ شعبدہ باز اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور کوئی مشق اور محنت سے اُسکو حاصل
نہیں کرسکتا نہ اُس نبی نے اُس کو مشق سے حاصل کیا ہے بلکہ بسا اوقات بلا ارادہ اور
اطلاع نبی کے وہ کام پیدا ہوجاتا ہے۔ دیکھو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا دفعۃً
عطا ہوا اُنھوں نے پہلے سے اسکی کوئی مشق کی تھی نہ یہی ہوا کہ اُن کو کوئی طریقہ مشق کا
بتایا گیا ہو تا کہ چند روز ایسا کرو تو عصا میں یہ اثر پیدا ہوجاوے گا بلکہ دفعۃً حکم ہوا کہ عصا کو
زمین پر ڈالدو بس ڈالتے ہی وہ سانپ بن گیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اس بات سے
ایسے بیخبر تھے کہ یہ نئی بات دیکھ کر ڈر گئے اور بھاگے۔ یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ
یہ کرشمہ مسمریزم کا نہ تھا اور نہ کسی سبب ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ سبب اُس وقت
سوائے اس کے کچھ بھی موجود نہ تھا کہ عصا کو زمین پر ڈالدیا۔ اگر زمین پر ڈالنا سانپ بنجانے
کا سبب ہوسکتا ہے تو ہر شخص لکڑی کو زمین پر ڈال کر کیوں سانپ نہیں بنالیتا حضرت
عیسےٰ علیہ السلام بلا باپ کے پیدا ہوئے ظاہر ہے کہ اُن کے ارادہ کو اس میں کیا دخل
ہوسکتا ہے۔ اور آپ اُسی وقت بولنے لگے یہ مشق آپ نے کب کی تھی اور کیا یہ بات کسی کو
مشق سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کیا کوئی ایک بھی نظیر اسکی پیش کی جاسکتی ہے کہ نوزائیدہ
بچہ بولنے لگے اور بات بھی ایسی کہے جو بڑے سے بڑا سن رسیدہ اور جہاندیدہ اور عقلمند
نہ کہہ سکے۔ قرآن پاک میں ہے کہ مریم علیہا السلام کو حکم ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ تم سے
تمہاری قوم اس بچہ کے متعلق پوچھے کہ یہ کہاں سے آیا تو تم کہدینا کہ اسی سے پوچھو چنانچہ

۲۱۱

(۱) اور دوسرے اہل شعبدہ سے ان کو خلط ملط اس لئے نہیں ہو سکتا

(۳) ایسا ہی ہوا۔ لوگوں نے کہا بچہ سے کیا پوچھیں یہ کیا جواب دیگا۔ (یعنے عوام کو ۱۲) آپ خود بول اُٹھے۔
قال انی عبد اللہ۔ الآیۃ۔ ترجمہ یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اللہ کا اُس نے مجھکو کتاب دی
اور مجھکو نبی کیا اور برکت کو میرے واسطے وابستہ کیا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔
اور مجھکو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا
برتاؤ رکھنے کا حکم دیا اور مجھکو متکبر شقی نہیں بنایا۔ یہ کلمات کس قدر حسن تعلیم کے جواہر ریزے
ہیں۔ اول تو بچہ کا بولنا ہی تعجب کی بات ہے پھر ایسے حکمت کے کلمات کہنا۔ کیا یہ مشق
سے حاصل ہوا تھا۔ کوئی ذی فہم سوائے اس کے نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کرشمے محض
قدرت خداوندی سے بلا توسط کسی سبب کے ظہور میں آئے۔ کبھی آپ نے کسی جادوگر
یا شعبدہ باز کو نہ سنا ہوگا کہ ایک دن کے بچہ سے کوئی کرشمہ ظہور میں آیا ہو۔ ستون
حنانہ کا معجزہ بھی اسی طرح بلا اطلاع و ارادہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور میں آیا۔ ستون
حنانہ ایک کھجور کا تنہ تھا جو مسجد نبوی میں گڑا ہوا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کچھ بیان ۲۱۲
فرماتے تو اُسپر ذرا ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک بڑھئی نے منبر بنا کر پیش کیا کہ حضور کو کھڑے
ہونے کی تکلیف ہوتی ہے اسپر آرام ملا کرے گا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُسپر
تشریف فرما ہوئے۔ بس وہ ستون چیخ اُٹھا اور اس طرح رونے کی آواز اُس میں سے
آنے لگی جیسے بچہ روتا ہے ؎

وحن لہ الجذع القدیم تحزنا ۔۔۔ فان فراق الحب ادھی المصائب

ترجمہ۔ اور چیخنے لگا حضور کے لئے بوسیدہ کھجور کا تنہ غم فراق کی وجہ۔ کیونکہ محبوب کی
جدائی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ تمام مجلس پر اس کا اثر ہوا۔ ؎

رأیتم جذعۃ حنت وانت ۔۔۔ ورن الحاضرون لھا رنینا

ترجمہ۔ دیکھا تم نے ایک کھجور کے تنہ کو کہ چیخنے لگا اور زاری کرنے لگا۔ حتے کہ حاضرین
مجلس بھی اُسکے ساتھ چیخنے لگے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہایت رؤف و رحیم تھے حضور پر بھی اُس کا رونا نہایت

(باقی آئندہ)

کسیکو متقی کہنا درست نہ ہوگا اسلئے بچپن میں تقوے ہو ہی نہیں سکتا اور تمام مراتب اور مناصب جلیلہ جو عند الشرع محمود ہیں۔ ان سب میں آخر عمر کا اعتبار ہوتا ہے مثلاً غوث ہونا یا قطب ولی ہونا یا نبی اسی واسطے جو لوگ اپنی عمر میں ان مراتب سے شرف اندوز ہوں اُن کو بھی انہیں القاب سے ملقب کرتے ہیں اگرچہ لڑکپن اور جوانی میں اُن کو یہ مراتب حاصل نہ ہوئے ہوں خلاصہ یہ ہے کہ اتقیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی آخر عمر میں کہ وہ اعمال کے اعتبار کا وقت ہے اپنے زمانہ کے زندہ لوگوں سے افضل اور تقویٰ میں زیادہ ہو پس اس تقریر سے بلا تکلف اور بغیر تاویل اپنا مطلب ثابت ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں دستور تھا کہ آپ ضعیف اور بوڑہی عورتوں کو جب وہ اسلام لے آتی تہیں خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے ایک دن آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا اے صدیق! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو اگر بجائے اُن کے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو اڑے وقت میں وہ تمہاری اعانت کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ابا جان! مجھ کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی مطلوب ہے، دنیاوی فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں اسپر فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ نازل ہوئی (ابن جریر) عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان سات آدمیوں کو جنکو محض مسلمان ہونے کے جرم میں تکالیف دیجاتی تہیں آزاد کیا تو اس پر وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی نازل ہوئی (طبرانی) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ فرماتے ہیں۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی الخ نازل ہوئی (بزار) (کذا فی تاریخ الخلفاء)

باریتعالیٰ اعز اسمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ	جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں (بلکہ) وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو

۱۲۷

الحُسْنٰے ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (سورۂ حدید) تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

چنانچہ صاحب مدارک اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ	نازل ہوئی یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں
لانہ اول من اسلم واول من انفق فی	اسلئے سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے اور آپ ہی نے سب سے
سبیل اللہ وفیہ دلیل علی فضلہ و	پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
تقدمہ (جزو رابع تفسیر مدارک صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ مصر)	وسلم کے بعد آپ کی فضیلت اور سب سے مقدم ہونیکی دلیل ہے

نیز تفسیر بحر العلوم میں مسطور ہے " روایت کیا گیا ہے کہ اس آیت کا نزول ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے اِس لئے کہ اول مسلمان اور اول خرچ کرنے والے راہِ خدا میں وہی تھے حتیٰ کہ تمام مال دیکر ایک کملی میں رہ گئے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اِس حال میں کہ آپ کے بدن پر ایک کملی تھی کہ اسکو بطور جبہ کے پہن کر ایک کانٹا بجائے

۱۲۸

گھنڈی کے اپنے سینہ پر لگا لیا تھا اس اثنا میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت اقدس میں تشریف لائے اور کہا کہ مجھہ کو کیا ہوا؟ کہ میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ ان کے بدن پر ایک کملی ہے اور اس کے سینہ پر ایک کانٹا لگا لیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے تمام مال فتح مکہ سے پہلے مجھہ پر خرچ کر ڈالا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آیا مجھہ سے اس فقر میں رضی ہو یا ناراض ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر ا باریتعالیٰ تم کو سلام فرماتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ تم مجھہ سے اِس فقر میں رضی ہو یا ناراض ؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا میں اپنے رب سے ناراض ہونگا؟ بلاشبہ میں اپنے رب سے رضی ہوں بلاشبہ میں اپنے رب سے رضی ہوں اسکو معالم میں روایت کیا اور احمد نے اسکو اپنی مسند میں روایت کیا پس جس پر خدا تعالیٰ سلام کے ساتھہ ابتدا کرے اور اسکی رضا جوئی کرے اس سے دشمنی رکھنے والوں کو کس درجہ کی شقاوت ہوگی نعوذ باللہ منہ

تفسیر حسینی میں اس آیت کا سبب نزول شانِ صدیقی ہی کو بتلایا ہے چنانچہ اس میں یہ عبارت مرقوم ہے :-

اکثر مفسران برانند کہ این آیت در شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ اول کسیکہ ایمان آورد و نفقہ کرد و باکفار مخاصمہ نمود او بود و اشارت بدین معنی در صفت۔ د می گفتہ اند۔ رباعی

اکثر مفسرین اس پر (متفق) ہیں کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے اسلئے پہلا شخص جو ایمان لایا اور جس نے (راہ خدا کے رستہ میں) خرچ کیا اور کفار سے (سب سے پہلے) جنگ کی آپ ہی تھے اس معنی کی طرف اشارہ کرکے آپ کی تعریف میں بیان کیا ہے۔

صاحب قدم مقام و تجرید
سر دفتر جملہ اہلِ توحید
در جمع مقربانِ سابق۔
حقا کہ جزاو نبود صادق

صاحبِ قدم مقام و تجرید
سر دفتر جملہ اہلِ توحید
در جمع مقربانِ سابق
حقا کہ جزا و نبود صادق۔

۱۲۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے (حاکم)

مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ایسی نیکی آپ کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے کہ جس میں حق تعالیٰ شانہ نے ہم کو نہ شریک کیا ہو مگر اس آیت میں ہم کو شامل نہ فرمایا اسی وقت هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلٰئِكَتُهُ نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ جو سورہ تحریم میں واقع ہے اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل فرمایا ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں مرقوم ہے۔

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ و شایستگان از مومنان اتباع و اعوان او یند مراد ہمہ صحابہ اند و بعضے گفتہ

صالح المومنین اور مومنین سے نیک لوگ جو آپ کے تابعدار اور مددگار ہیں مراد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں

صدیق و فاروق رض کہ پدر عائشہ و حفصہ رض اند و معاون آن حضرت کہ رضائے او بر رضائے فرزندان خود اختیار کنند۔

اور ایک قول میں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہیں حضرت عائشہ اور حفصہ رض کے والد بزرگوار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے معاون ہیں کہ آپکی خوشنودی کو اپنے فرزندوں کی خوشنودی پر ترجیح دیتے ہیں۔

نیز تفسیر عجب العلوم میں مذکور ہو"۔ اور بعضوں نے کہا کہ مراد صالح المومنین سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب تک قسم کے کفارہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ تب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم کے کبھی خلاف نہیں کیا (کذا فی البخاری)

سورہ احقاف کی یہ آیت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا اسکی ماں نے اسکو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اسکو جنا اور اسکو پیٹ میں رکھنا اور اسکو دودھ چھڑانا تیس مہینہ ہے یہاں تک کہ جب اپنی جوانی کو پہونچ جاتا ہے اور چالیس برس کو پہونچتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپنے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت پیدا کر دیجئے میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کر دیں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے اس وعدہ صادقہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۱۳۰

(باقی آئندہ)

دو ترجمہ والا قرآن شریف

ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ لفظی ہے اور دوسرا ترجمہ حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہ کا ہے جو تقریباً تحت لفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ اور نہایت سلیس ہے اور حاشیہ پر ایک عام تفسیر ہے جو مفصل ذیل کتب کا خلاصہ ہے تفسیر کبیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ خازن۔ ابن کثیر۔ مدارک موضح القرآن فیماک۔ مسند حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن حاتم۔ مسند بزار۔ مسند امام احمد اور اسباب شان نزول از علامہ جلال الدین سیوطی رہ ہے تقطیع متوسط یعنی طول دس انچہ اور عرض ساڑھے چھ انچہ لکھائی نہایت پاکیزہ کاغذ ولایتی چھپائی دیدہ زیب ہدیہ بلا جلد۔ پانچروپیہ (صہ) مجلد ۶ہ

حمائل شریف مترجم

ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ تقطیع طول پونے آٹھ انچ۔ عرض پانچ انچ۔ خط نہایت پاکیزہ کاغذ وطباعت قابل دید ہدیہ ۳ہ مجلد للعہ

دیگر عرض

قرآن شریف معرا مندرجہ ذیل ہدیوں کے روانہ ہو سکتے ہیں ۱۲ار۔ عہ۔ ۳عہ۔ ۸عہ۔ ۱۲عہ۔ عا۔ ۴عا۔ ۸عا۔ ۳ہ۔ ۸ہ۔ للعہ۔ ۸للعہ

اور قرآن شریف مترجم بھی مختلف ہدیوں کے ہیں۔ مثلاً ۸عا۔ ۳ہ۔ ۸ہ۔ ۸عہ۔ ۸عہ۔ ۸مع۔ ۸مع وغیرہ۔

جس انداز کا درکار ہو طلب فرمائیں انشاء اللہ جلد از جلد ارسال ہوگا اور ایسا ارسال ہوگا جو انشاء اللہ ہدیہ کی مناسبت سے پسند آویگا۔ مگر محصول ڈاک ہر ایک بذمہ خریدار ہوگا۔ فقط

قرآن شریف منگانیکا پتہ کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کی باون خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جا سکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح واستسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں۔ موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کیے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا اور اوس پر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق۔ کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص۔ خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بری کام سے روکنا۔ آداب المعاشرت۔ باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق۔ شکم اور شرمگاہ کی حفاظت۔ زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا۔ بخل اور مال کی محبت۔ حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت۔ دہوکہ کھانیکی مذمت۔ توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحی استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کیے ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کے واسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہو قیمت عہ علاوہ ۱۲

ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی